عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوة

انٹرنیشنل

جلد نمبر ۱۳ • شمارہ نمبر: ۴۱

KHATME NUBUWWAT

(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

دینی مدارس، بنیاد پرستی اور انسانی حقوق

دینی مدارس کے خلاف مغربی لابیوں کی نئی مہم کا جائزہ

اس وقت ملک کو بچانے کیلئے دیوانوں کی ضرورت ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا
تابھون میں ہندو، مسلمانوں کے ایک بڑے مجمع سے خطاب

مسیح قادیان اور اسکے حواری

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے آداب

محمد زکی کیفی

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ کے رہرو بیاباں بیاباں | چلے جارہے ہیں غزلخواں غزلخواں
ہے بزم تصور میں روضے کا منظر | نگاہوں کا عالم گلستاں گلستاں
قریب آگیا ہے دیار مدینہ | غم زندگی ہے گریزاں گریزاں
وہ دنیا کی جنت مدینے کی بستی | جہاں ذرہ ذرہ زرافشاں زرافشاں
یہاں ہر نفس ہے معطر معطر | یہاں زلف نکہت پریشاں پریشاں
یہاں خار و خس کے جلو میں ملی ہیں | ہزاروں بہاریں خراماں خراماں
یہاں مست ہیں سب برے بھی بھلے بھی | ہے سب پر عنایت فراواں فراواں
یہاں بے بصر بھی عیاں دیکھتے ہیں | نقوش محبت فروزاں فروزاں
یہیں سے ملا تھا' یہیں مل سکے گا | سکون دل و جاں' سکون دل و جاں
کرشمے ہیں ان کی نگاہ کرم کے | خیاباں خیاباں' بہاراں بہاراں

خدا دن وہ لائے مدینے میں پہنچے
گنہگار کیفی' پشیماں پشیماں

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ
ختم نبوت
کراچی
انٹرنیشنل

KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

جلد نمبر ۱۳ ○ شمارہ نمبر ۴۱ ○ بتاریخ ۲۲ شوال تا ۲۸ شوال ۱۴۱۵ھ ○ بمطابق ۲۴ مارچ تا ۳۰ مارچ ۱۹۹۵ء

اس شمارے میں

۱۔ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ——— ۲
۲۔ اداریہ ——— ۴
۳۔ نعت رسولؐ اور اس کے آداب ——— ۶
۴۔ دینی مدارس، بنیاد پرستی اور انسانی حقوق ——— ۹
۵۔ اس وقت ملک کو بچانے کے لئے دیوانوں کی ضرورت ہے ——— ۱۴
۶۔ مسیح قادیان اور اس کے حواری ——— ۱۷
۷۔ ڈسکہ کے ایک گمنام اور لاپتہ قادیانی کے نام کھلا خط ——— ۱۹
۸۔ اخبار ختم نبوت ——— ۲۲
۹۔ مسلمان حکومت سے مسجد کی پکار ——— ۲۴

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمن باوا

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمن جالندھری
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا اللہ وسایا ● مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا محمد جمیل خان ● مولانا سعید احمد جلالپوری

مرتب
حسین احمد نجیب

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

تزئین
خوشی محمد انصاری

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش
ایم اے جناح روڈ کراچی فون 7780337

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ، ملتان فون نمبر 40978

بیرون ملک چندہ
امریکہ ۔ کینیڈا ۔ آسٹریلیا ۱۰۰ ڈالر
یورپ اور افریقہ ۷۰ ڈالر
متحدہ عرب امارات و انڈیا ۵۰ ڈالر
چیک / ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ نمبر ۲۰۳
کراچی پاکستان ارسال کریں

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۱۵۰ روپے
ششماہی ۷۵ روپے
سہ ماہی ۳۵ روپے
فی پرچہ ۳ روپے

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199.

پبلشر: عبدالرحمن باوا ○ طابع: سید شاہد حسن ○ مطبع: القادر پرنٹنگ پریس ○ مقام اشاعت: ۱۲۳ پرانی نمائش کراچی

توہین رسالت کا جرم۔۔ ایک خطرناک رجحان

پاکستان کے سیکولر (لادین) حکمرانوں کے دامن سے منسلک ہو کر قادیانی گروہ قیام پاکستان سے اب تک بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ شعائر اسلام کی توہین و تضحیک کا وطیرہ اختیار کئے ہوئے ہیں آئین پاکستان کی دفعات اور قانون پاکستان کی وضاحتوں کے ساتھ عدالتوں کے کھلے فیصلوں کی موجودگی کے علی الرغم حکمرانی کے سائبان کے تلے خود کو محفوظ پاتے ہوئے قادیانیوں کی سرگرمیاں تشویشناک صورت اختیار کر چکی ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کی دین دشمنی رواداری کے خوب صورت عنوان سے اس حد تک جا پہنچی کہ دوسری غیر مسلم اقلیتوں کو ناموس رسالت کی توہین جیسے ناقابل معافی جرم کے ارتکاب کی بھی جرأت ہو گئی۔ چنانچہ کچھ عرصہ سے عیسائی نوجوانوں نے توہین رسالت کا وطیرہ اپنا رکھا ہے۔ پہلے گل مسیح نے یہ جرم کیا جس پر عدالت نے سزائے موت کا فیصلہ سنایا۔ اس پر امریکہ سمیت پوری مغربی عیسائی دنیا چلا اٹھی۔ ہمارے حکمرانوں نے عیسائیوں سے معافی مانگی اور اس بدبخت مجرم کو باعزت بری کر کے مغربی جرمنی میں سیاسی پناہ دلا کر اعزاز و اکرام کے ساتھ روانہ کر دیا۔ مغربی ممالک میں اس کو ہیرو کا درجہ دیا گیا اور مسلمان اس تمام کارگزاری پر دل مسوس کر رہ گئے۔ دنیوی عیش و عزت کے حصول کے لئے یہ نسخہ تیر بہدف سمجھ لیا گیا اور سلامت مسیح رحمت مسیح اور منظور مسیح نامی بدبختوں نے بھی اسی نسخہ کو آزمایا۔ سیشن کورٹ سے سزائے موت سنائی گئی اور معاملہ عدالت عالیہ میں پہنچا دیا گیا۔ اسلامی تعلیمات کی دھجیاں بکھیر کر حکمرانی کے اعلیٰ منصب تک رسائی حاصل کرنے کے بعد وزیر اعظم پاکستان نے توہین رسالت کے بدبخت مجرموں سے ہمدردی کا جو انداز اپنایا وہ خود صراحتاً "توہین رسالت کے ارتکاب کے ساتھ آئین و قانون پاکستان سے کھلی غداری اور عدالت عالیہ کی علی الاعلان توہین کے زمرے میں آتا ہے۔ اسلام دشمن عیسائی حکمرانوں کی خوشنودی میں دین دشمنی کے اس اظہار نے ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کے لئے دنیوی عیش و عزت کے حصول کا یہ راستہ کھول دیا کہ مسلمانوں کے جذبات کا خون کر کے توہین رسالت کا ارتکاب کرو اور اسباب ظاہری سے جس عیش و عزت کا حصول انتہائی مشکل تھا اس راستہ سے اور یقینی حاصل کر لو۔ یہ رجحان اگر رواج پا گیا تو اس کے نتائج انتہائی بھیانک صورت میں سامنے آئیں گے۔ اور ان نتائج کی مکمل ذمہ داری سے حکمران خود کو بچانہ پائیں گے۔ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر علمائے امت کے لئے حکمرانوں کی دینی پوزیشن کا فوری فیصلہ کر کے حکومت پاکستان کی شرعی حیثیت کا تعین ناگزیر ہو گیا ہے۔ چشم پوشی خطرات کو ختم نہیں کرتی۔ پانی سر سے اونچا ہوا چاہتا ہے۔

وقت ہے، چاک گریباں کو رفو کر لو نجیب
ورنہ احباب ہیں ظالم، کبھی سینے بھی نہ دیں

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانوں سے ؟

امریکہ پاکستان کو جدید اسلامی ریاست بنوانے کے لئے پاکستان کے حکمرانوں کی مدد کرے گا

"امریکہ کی نائب وزیر خارجہ مسز رافیل نے کہا ہے کہ پریسلر ترمیم کے ذریعے پاکستان پر عائد کی جانے والی بھاری اقتصادی پابندیوں کے باوجود پاکستان نے اپنا ایٹمی پروگرام ترک نہیں کیا ہے اور پاکستان نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ ایٹمی پروگرام کو سرے سے ترک کرنا اس کے قومی مفادات کے خلاف ہو گا گزشتہ روز واشنگٹن میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے امریکی نائب وزیر خارجہ نے کہا کہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی مخالفت اس کے اسلامی ملک ہونے کی وجہ سے نہیں کی جا رہی بلکہ ہمیں پاکستان اور انڈیا دونوں کے ایٹمی پروگراموں پر تشویش ہے اور ان کے بارے میں امریکہ کی موجودہ پالیسی جاری رہے گی کشمیر کے حوالے سے ایک سوال پر مسز رافیل نے کہا کہ اس معاملے پر پاکستان نے امریکہ کی ثالثی قبول کی ہے جبکہ انڈیا اس سے مسلسل انکار کر رہا ہے امریکہ صرف اسی صورت میں اس معاملے کے لئے ثالث کا کردار ادا کرے گا اگر دونوں ملک اس پر متفق ہوں گے تاہم مسئلہ کشمیر پر امریکہ کی اصولی پالیسی ہے کہ کشمیر ایک متنازعہ علاقہ ہے اور اس کا اصل حل یہ ہے کہ پاکستان اور ہندوستان دونوں مذاکرات کی میز پر بیٹھیں اور ان مذاکرات کے دوران کشمیریوں کی رائے کو بھی اہمیت دی جائے انہوں نے اس تاثر کی تردید کی کہ نئی صورت حال میں امریکہ بھارت کو پاکستان کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دے رہا ہے انہوں نے کہا کہ اگرچہ انڈیا ایک بڑا اور جمہوری روایات کا حامل ملک ہے مگر علاقائی سیاست میں صرف انڈیا کو اہمیت دینا خود امریکہ کے مفاد میں نہیں ہے ہمارا مفاد اس میں ہے کہ دونوں ملکوں سے اچھے تعلقات استوار کئے جائیں ہم کسی بھی ملک سے محض اقتصادی

فوائد حاصل کرنے کی بنیاد پر دوستی نہیں کرسکتے۔ مسٹر رابن رافیل نے ایک اور سوال کے جواب میں کہا کہ حکومت امریکہ اس بات میں مکمل یقین رکھتی ہے کہ پاکستان کی موجودہ حکومت ملک کو ایک جدید ترقی یافتہ اسلامی ریاست بنانا چاہتی ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ پاکستان کی حکومت نے اس بارے میں تمام مقاصد حاصل کرلئے ہیں کیونکہ دنیا کے دیگر علاقوں میں بھی حکومتیں اپنے تمام مقاصد حاصل نہیں کرتیں لیکن امریکہ بینظیر حکومت کی اس معاملے میں مکمل حمایت کرے گا تاکہ وہ پاکستان کو جدید ترقی یافتہ اسلامی ریاست میں تبدیل کرسکے کیونکہ ایسا کرنے میں ہی علاقائی سلامتی برقرار رہ سکتی ہے اور خود امریکہ کا مفاد بھی اسی میں ہے۔"

روزنامہ پاکستان لاہور مورخہ ۸ مارچ

اس خبر کے بعد حکومت پاکستان کا وہ حکم نامہ ملاحظہ ہو جو سرکاری ملازمتوں میں جنس کی بنیاد پر (مرد و عورت میں) امتیاز ختم کرنے کے لئے جاری کیا گیا ہے۔

وزیر اعظم بینظیر بھٹو کے حکم پر وفاقی حکومت نے خواتین کو سرکاری محکموں میں زیادہ سے زیادہ کھپانے کے لئے اپنی پالیسی پر عمل درآمد کا فیصلہ کرلیا ہے اور نئی ریکروٹمنٹ پالیسی میں اسے خصوصی ترجیح کے طور پر شامل کیا ہے اس سلسلے میں مردوں اور خواتین کے درمیان جاری جنس کی بنیاد پر مبنی امتیازی پالیسی ختم کردی گئی ہے وفاقی حکومت کے تحت تمام سرکاری اداروں کو ایک خصوصی مراسلہ جاری کیا گیا ہے جس میں انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ وہ سرکاری ملازمتوں میں خواتین کو زیادہ سے زیادہ ترجیحی مواقع دیں نیز یہ کہ ایسی کوئی اسامی مشتہر نہیں کی جائے گی جس کے لئے صرف مرد ہی درخواست دے سکتے ہیں مردوں کے لئے مختص نشستوں کے لئے پہلے باقاعدہ کابینہ ڈویژن کی منظوری حاصل کرنا ہوگی علاوہ ازیں وفاقی حکومت نے تمام سرکاری اداروں سے ان کے محکموں میں کام کرنے والی خواتین کی تعداد کے بارے میں تفصیلات طلب کرلی ہیں جن کی روشنی میں ان اداروں کو زیادہ سے زیادہ خواتین کو اپنے محکموں میں کھپانے کے لئے احکامات جاری کئے جائیں گے۔"

نوائے وقت

اس روش کی انتہاء ترکی، مصر اور الجزائر کی طرز پر حکومت اور معاشرے کی تعمیر ہوگی اکابر علماء امت سے درخواست ہے کہ قبل اس کے کہ سر سے پانی گزر جائے اور سنبھلنے کا موقع ہی نہ مل سکے پاکستان اور اس میں قائم نظام حکمرانی کی شرعی حیثیت کے تعین کی طرف توجہ فرمائیں جس طرح برصغیر میں اسلامی قانون کے تعطل پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فتویٰ جاری فرمایا تھا۔ جس کے طفیل عام سیاسی و مادی نقصانات کے باوجود آج بھی اسلام اپنی اصل صورت میں زندہ ہے اور مسلمان اسلام سے وابستگی پر فخر کرسکتے ہیں۔

اسلام کے خلاف ایک نئی بین الاقوامی تنظیم

"مغرب میں اسلام کا صحیح تعارف نہیں کرایا گیا۔ اٹلی کے پوپ کو بھی اسلام سے متعلق معلومات حاصل نہیں۔ اسلام ایک ترقی یافتہ اور انسانی مزاج سے ہم آہنگ مذہب ہے۔ مسلمان پوری دنیا بالخصوص مغربی ممالک میں اصل اسلام متعارف کروانے میں ناکام رہے ہیں۔ اسلام کی امن پسندی منطقی سوچ اور سلامتی کے پیغام کی بجائے اسلام کو بنیاد پرست مذہب کے طور پر مغرب کو بتایا جارہا ہے۔ یہ باتیں برطانیہ میں مسلمان عیسائی اور یہودیوں کے درمیان افہام و تفہیم پیدا کرنے کے لئے قائم تنظیم "کالس" کے بانی رکن ایم رسالدین نے نوائے وقت کو خصوصی انٹرویو میں بتائیں۔ ایم رسالدین برصغیر کی ممتاز درسگاہ علی گڑھ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں اور ۱۹۶۷ء میں بھٹو دور میں اپنی انشورنس کمپنی کے قومیائے جانے پر برطانیہ نقل مکانی کرگئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کو عیسائیوں اور یہودیوں سے اختلاف یا محاذ آرائی کی ضرورت نہیں۔ مسلمان عیسائی اور یہودی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور تمام کا ایمان ایک خدا پر ہے۔ اپنی تنظیم کا پس منظر بیان کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ برطانیہ میں مقیم مسلمان اور پاکستانیوں کی اکثریت زیادہ پڑھی لکھی نہیں ہے۔ برطانوی مسلمانوں میں ابلاغ کی صلاحیتیں کمزور ہیں۔ برطانیہ میں آباد مسلمان نوجوان لوگ برطانوی ماحول اور مزاج کے مطابق اصل اسلام کو متعارف کروانے میں ناکام رہے ہیں لہٰذا انہوں نے اس امر کی ضرورت محسوس کی کہ متوازن اور اچھی سوچ بوجھ رکھنے والے مسلمان اکٹھے ہوکر عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان افہام و تفہیم کی فضاء پیدا کریں۔ انہوں نے کہا کہ ایک حد تک مغربی ذرائع ابلاغ مسلم دشمن ہیں تاہم اگر مناسب طریقے سے مغربی طرز فکر کو سمجھ کر ذرائع ابلاغ سے بات کی جائے تو وہ مسلمانوں کو بھی کوریج دیتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ بے شمار مقامات پر مسئلہ کشمیر کے موضوع پر بھارتی سفیر کے ہمراہ ان کی تنظیم کے عہدیداروں کو مدعو کیا گیا ہے۔ جہاں محاذ آرائی کی فضاء کی بجائے منطق اور دلیل سے ہم نے کشمیر کا کیس مسلمانوں کے حق میں بیان کیا۔ برطانیہ کو سفیر ہندوستان کی موجودگی میں بتایا کہ بھارت کشمیر میں ظلم کررہا ہے اور کشمیریوں کو حق خود ارادیت نہیں دیا جارہا۔ انہوں نے بتایا کہ ان کی تنظیم نے باقاعدہ طور پر میڈیا سیل قائم کیا ہوا ہے۔ جہاں مسلمانوں سے متعلقہ خبروں کے حوالے سے تحقیق کی جاتی ہے اور حقائق پر مبنی معلومات کو مغربی میڈیا کے ذریعے کوریج دلائی جاتی ہے۔ ہم عیسائیوں اور یہودیوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ اسلام میں جدید دور کے تقاضوں کے مطابق زندہ رہنے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ انہوں نے بتایا کہ مغرب میں اسلام کے بارے میں بہت سی منفی باتیں عام ہیں۔ مغرب اصل اسلام سے ناآشنا ہے۔ ۱۹۸۰ء میں اٹلی میں پوپ سے ملاقات کے دوران ان سے پوچھا گیا کہ مسلمان کتنے خداؤں کی عبادت کرتے ہیں تو وہ جواب نہ دے سکے۔ انہوں نے کہا کہ اٹلی کے سب سے بڑے پوپ کو بھی اسلام کے بارے میں بنیادی معلومات حاصل نہیں ہیں لہٰذا ہم نے اٹلی میں اسلام کے تعارف کے لئے ایک دفتر کھولا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مغرب میں اسلامی جہاد کا تصور غلط طریقے سے سمجھا جارہا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ان کی تنظیم مختلف پروگراموں میں یہودی اور عیسائی سکالروں کو دعوت دیتی ہے کہ مل جل کر موضوعات پر بات ہوسکے۔ انہوں نے بتایا کہ مسلمانوں کے مسائل سے برطانوی پارلیمنٹ کے اراکین کو مسلم نقطہ نظر سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ بوسنیا کے مسئلہ کے آغاز کے وقت برطانوی پارلیمنٹ کے صرف ۲ اراکین ہمارے ساتھ تھے جبکہ اب ۱۴۸ برطانوی پارلیمنٹ کے اراکین ہمارے ہم خیال بن گئے ہیں۔"

(نوائے وقت)

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسکے آداب

جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مد ظلہم العالی

الحمدللّٰہ و کفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

شعر انسانی جذبات کے اظہار کا موثر ترین ذریعہ ہے' اور انسانی جذبات میں بھی جذبہ محبت کے اظہار کے لئے شعر کی زبان سب سے زیادہ موزوں ہے' بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہو کہ شعر کا اصل موضوع ہی محبت ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ حسن و عشق کی وہ لطیف کیفیات جو دل کے نہاں خانوں میں پرورش پاتی ہیں' ان کا تعلق احساس و ادراک سے ہوتا ہے' اور اکثر اوقات الفاظ کا لباس ان پر پوری طرح فٹ نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات الفاظ کا بوجھ ان کی نزاکت کو کچل کر رکھ دیتا ہے' اسی لئے کہنے والے نے کہا تھا کہ۔

آہ کہ زدل خیزد' از بہر جگر سوزی ست
در سینہ شکن اورا' آلودہ مکن لب را

اور۔

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست
بسیار شیوہ ہاست بتاں راکہ نام نیست

لیکن ان بے نام کیفیات کی بھی اگر کسی درجے میں کوئی تعبیر ممکن ہے تو اس کا لطیف ترین ذریعہ شعر ہی ہے' اور اسی لئے شعر اور محبت کا ہمیشہ چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔

پھر عشق و محبت بھی دو قسم کا ہے' ایک وہ جسے عشق مجازی سے تعبیر کیا جاتا ہے' اور دوسرا وہ جسے عشق حقیقی کہتے ہیں' پہلے کا تعلق مخلوق سے ہے' دوسرے کا خالق سے' پہلے میں بظاہر جوش و خروش زیادہ ہوتا ہے لیکن پائیداری کم' اور دوسرے میں عموماً ٹھہراؤ ہوتا ہے' لیکن پائیداری بہت' پہلا اکثر مرور ایام سے دھیما پڑتا جاتا ہے' اور دوسرے میں مرور ایام سے پختگی آتی جاتی ہے' پہلے کا منتہائے مقصود وصال ہے' اور دوسرے کا مقصود رضائے دوست' پہلے کا تعلق صفات سے ہے' اور دوسرے کا تعلق ذات سے ہے' اس لئے پہلی قسم کا عشق اکثر ہوس کی سرحدوں کو چھونے لگتا ہے' اور دوسری قسم کا ہوس سے کوسوں دور ہے۔ اور چونکہ عشق درحقیقت وہی ہے جو ذات سے ہو' جس کا مقصود رضائے دوست ہو' اور جو مرور ایام سے دھیما نہ پڑے' اس لئے دوسری قسم کا عشق ہی حقیقی عشق ہے' اور پہلی قسم کو محض مجازاً عشق سے تعبیر کر دیا جاتا ہے' ورنہ حقیقت میں وہ عشق ہے ہی نہیں۔

وہ عشق جس کی آگ بجھا دے اجل کی پھونک
اس میں مزا نہیں تپش انتظار کا

لہٰذا عشق حقیقت میں وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ہو' اور عشق رسول ﷺ بھی درحقیقت مخلوق ہونے کی حیثیت سے نہیں' بلکہ اس حیثیت سے ہوتا ہے کہ آپ خالق تک پہنچنے کا لازمی واسطہ ہیں۔ آپ کے بغیر کوئی شخص خالق تک نہیں پہنچ سکتا' اس لئے عشق خداوندی اور عشق رسول ﷺ دونوں لازم و ملزوم ہیں' انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا' بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خود ارشاد فرما دیا کہ اگر مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے رسول محبوب کی اتباع کرو' اس لئے عشق خداوندی اتباع رسول ﷺ کی شکل میں عشق رسول ﷺ کے بغیر ناممکن ہے۔

خلاصہ یہ کہ شعر کا موضوع محبت ہے' اور محبت کا اصل موضوع حضور سرور دوعالم ﷺ کی ذات گرامی۔ اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے تو شاید زیادتی نہ ہو کہ شعر کا اصل موضوع ہی آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس ہونی چاہئے' اور شعر درحقیقت وہی شعر ہے جو اللہ یا اس کے رسول ﷺ کی محبت میں کہا گیا ہو' یہ اور بات ہے کہ کبھی محبت کا یہ موضوع صاف لفظوں میں ظاہر کر دیا جائے اور اس کا نام "نعت" رکھ دیا جائے' اور کبھی اسے استعارے کا لباس پہنا کر اسے "غزل" سے تعبیر کر دیا جائے۔ اور چونکہ بلاغت کا یہ قاعدہ صدیوں سے مسلم چلا آتا ہے کہ الکنایۃ ابلغ من التصریح (یعنی کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے) اس لئے بڑے بڑے متدین شعراء نے بھی عشق حقیقی کے اظہار کے لئے "حمد و نعت" کے بجائے "غزل" کا پیرایہ زیادہ کثرت سے استعمال کیا' یہاں تک کہ غالب نے کہہ ہی دیا ہے کہ۔

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

چنانچہ ہماری شاعری کی اصل روایت یہی ہے کہ اس کا موضوع اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہے' اور خواہ پیرایہ اظہار' غزل کا استعمال ہوا ہو لیکن معانی میں اکثر و بیشتر اس اصل موضوع کا لحاظ رکھا گیا ہے' یہاں تک کہ وہ شعراء جو عملی زندگی میں بہت سی کوتاہیوں میں مبتلا رہے' وہ بھی اپنی شاعری کو اس اصل موضوع سے کلی طور پر جدا نہ کر سکے' اور غالب یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ۔

یہ مسائل تصوف' یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

اگر اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ہماری صف اول کی شاعری کا اصل محور "حمد و نعت" ہی ہے جسے استعارے اور کنائے کا پیرایہ استعمال کرتے ہوئے بسا اوقات "غزل" کا رنگ دے دیا گیا ہے۔

لیکن جہاں شاعر نے استعارے اور کنائے کے بغیر صراحت کا پیرایہ استعمال کرتے ہوئے حضور سرور دوعالم ﷺ کو اپنے شعر کا موضوع بنایا' وہاں ان اشعار کو "نعت" کا نام دیا گیا اور وہ ایک مستقل صنف سخن بن گئی۔

"نعت" کا موضوع چونکہ براہ راست (مجاز و استعارے کے بغیر) حضور سرور دوعالم ﷺ کی ذات گرامی ہے' اس لئے یہ شاعری کی افضل ترین صنف ہے جسے شاعری کی آبرو کہنا چاہئے' اور مسلمان شعراء نے اس پر نوبنو اسالیب کے ساتھ طبع آزمائی کی ہے۔

ذمہ داری کے ساتھ یہ کہنا تو مشکل ہے کہ سب سے پہلی نعت کہنے کا شرف کس کو حاصل ہوا؟ لیکن احقر کے خیال میں آنحضرت ﷺ کی نعت کا سلسلہ آپ ﷺ کے زمانہ شیر خواری ہی سے شروع ہو گیا تھا' اور احقر کے ناقص علم و تتبع کے مطابق شاید آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے سب سے پہلے آپ کو شعر کا موضوع بنایا۔ علامہ سہیلیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے بعد حضرت عبدالمطلب آپ کو لے کر کعبہ شریف کے اندر تشریف لے گئے' اور وہاں ان کے لئے دعا کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

الحمد للّٰہ الذی اعطانی
ھذا الغلام الطیب الاردان
قد ساد فی المھد علی الغلمان
اعیذہ بالبیت ذی الارکان
حتی یکون بلغۃ الفتیان
حتی اراہ بالغ البنیان
اعیذہ من کل ذی شنان
من حاسد مضطرب العنان

اشعار کے ترجمے کا خلاصہ یہ ہے۔

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ خوش اندام لڑکا عطا فرمایا۔ ایسا لڑکا جو اپنے گہوارے ہی میں دوسرے لڑکوں کا سردار بن گیا ہے۔ اس کو میں مقدس کونوں والے گھر (بیت اللہ) کی پناہ میں دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ یہ جوانوں کا مقصود بن جائے' یہاں تک کہ میں اسے فصیح اللسان دیکھ لوں۔ میں اسے ہر دشمن و حاسد سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔"

(الروض الانف للسہیلی ص ۱۸۳ ج ۱)

اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ کہنا شاید بے جا نہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں نعتیہ اشعار سب سے

پہلے آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے کہے ہیں' لیکن انہی اشعار میں ایک یہ شعر بھی آپؐ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ۔

انت الذی سمیت فی القرآن
فی کتب ثابتۃ المثانی
احمد مکتوب فی البیان

یعنی۔ "اے محمد(ﷺ)! آپؐ وہ ہیں جن کا نام قرآن میں اور ان کتابوں میں جن کی آیات بار بار پڑھی جاتی ہیں "احمد" رکھا گیا۔"

چونکہ حضرت عبدالمطلب کے زمانے میں قرآن نازل نہیں ہوا تھا' اس لئے اس شعر کی نسبت عبدالمطلب کی طرف مشکوک معلوم ہوتی ہے' اگرچہ یہ احتمال موجود ہے کہ قرآن کا لفظ اس شعر میں لغوی معنی میں استعمال ہوا ہو' تاہم یہ احتمال بعید ضرور ہے' اور اس کی وجہ سے مذکورہ روایت بھی مشتبہ معلوم ہونے لگتی ہے۔

حضرت عبدالمطلب سے متعلق ایک روایت کے بعد دوسری روایت آنحضرت ﷺ کی رضائی بہن حضرت شیماء رضی اللہ عنہا کے بارے میں ملتی ہے' جب آپؐ شیر خواری کے دور میں بنو سعد میں مقیم تھے' اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو آپؐ کی رضاعت کی سعادت حاصل ہو رہی تھی' تو اس زمانے میں آپؐ کی رضائی بہن حضرت شیماء رضی اللہ عنہا آپؐ کو گود میں کھلاتیں اور لوریاں دیا کرتی تھیں۔ روایات میں ہے کہ اسی دور میں آنحضرت ﷺ کے بارے میں یہ شعر (رجز) پڑھا کرتی تھیں۔

یا ربنا ابق لنا محمدا
حتی اراہ یافعًا وامردا
ثم اراہ سیدًا مسودا
واکبت اعادیہ معا والحسدا
واعطہ عزابد وم ابدا

"ہمارے پروردگار! ہمارے لئے محمد(ﷺ) کو زندہ رکھیو۔ یہاں تک کہ میں انہیں سبزہ آغاز اور جوان رعنا کی شکل میں دیکھوں۔ پھر میں انہیں دیکھوں کہ انہیں سردار بنا دیا گیا ہے۔ اور ان کے دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل کر۔ اور ان کی ایسی عزت عطا فرما جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے۔" (الاصابہ ص ۳۳۵ ج ۴)

یہ حضرت شیماءؓ غزوۂ حنین کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور اپنا تعارف کراتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ میرے پاس آپؐ کی ایک نشانی اب تک باقی ہے اور وہ یہ کہ ایک دن آپؐ نے میری کمر پر کاٹ لیا تھا۔ اس کا نشان ابھی تک میری کمر پر موجود ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کا بڑا اعزاز فرمایا اور انہیں بہت سے تحائف پیش فرمائے۔

پھر جب آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو نکاح کا پیغام دیا تو مکہ کے باشندوں میں سے کسی نے حضرت خدیجہؓ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔

لا تزھدی خدیج فی محمد
نجم یضیئی کاضاء الفرقد

"خدیجہ! تم محمد(ﷺ) کے بارے میں بے رغبتی کا اظہار مت کرنا۔ وہ ایسا تابناک ستارہ ہے جو فرقد ستارے کی طرح روشنی دیتا ہے۔" (الروض الانف ص ۲۱۳ ج ۱)

اس کے بعد جب آنحضرت ﷺ پر پہلی بار وحی نازل ہوئی تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپؐ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں جو اہل کتاب کے بڑے عالم تھے' انہوں نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی' اور یہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد زیادہ عرصہ تو زندہ نہ رہ سکے' لیکن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضور سرور دوعالم ﷺ کی نعت و منقبت میں کئی قصیدے کہے تھے۔ ان میں سے ایک قصیدے میں آپؐ پر نازل ہونے والی پہلی وحی کا بھی ذکر کیا ہے' وہ فرماتے ہیں۔

باللرجال لصرف الدھر والقدر
ومالشیئی قضاہ اللہ من غیر
حتی خدیجۃ تدعونی لاخبرھا
امرا اراہ سیاتی الناس من اخر
فخبرتنی بامرقد سمعت بہ
فیما مضی من قدیم الدھر والعصر
بان احمد یاتیہ فیخبرہ
جبریل انک مبعوث الی البشر
فقلت عل الذی ترجین ینجزہ
لک الالہ' فرجی الخیر وانتظری
وارسلتہ الینا کی نسائلہ
عن امرہ مایری فی النوم والسھر
فقال حین اتانا منطقا عجبا
یقف منہ اعالی الجلد و الشعر
انی رایت امین اللہ واجھنی
فی صورۃ آکملت فی اھیب الصور
ثم استمر فکان الخوف یذ عرنی
مما یسلم من حولی من الشجر
فقلت ظنی' وما ادری ایصدقنی
ان سوف تبعث تتلو منزل السور
و سوف ابلیک ان اعلنت دعوتھم
من الجھاد بلا من ولاکدر
(الروض الانف ج ۱ ص ۲۱۷)

ان اشعار کے مفہوم کا خلاصہ یہ ہے۔

"لوگو! گردش زمانہ اور تقدیر کی باتیں عجیب ہیں۔ اور جو چیز اللہ نے مقرر کردی ہو' اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ یہاں تک خدیجہ مجھے دعوت دے رہی ہیں کہ میں انہیں ایک ایسی بات بتاؤں جس کے بارے میں مجھے خیال یہ تھا کہ وہ آخری زمانے میں پیش آئے گی۔ لیکن خدیجہ نے مجھے ایسی بات بتائی جو میں قدیم زمانے سے سنتا چلا آرہا تھا۔ اور وہ یہ کہ احمد(ﷺ) کے پاس جبریل آکر انہیں بتائیں گے کہ تم کو انسانیت کی طرف بھیجا گیا ہے۔ میں نے خدیجہ سے کہا کہ جس بات کی تمہیں امید ہے' شاید اللہ تعالیٰ اسے پورا فرما دیں' لہٰذا تم خیر کی امید رکھو اور انتظار کرو۔ اور ان (محمد ﷺ) کو ہمارے پاس بھیج دو تاکہ ہم ان سے پوچھ سکیں کہ ان کو نیند اور بیداری میں کیا نظر آتا ہے؟ چنانچہ وہؐ آئے تو انہوں نے ایسی عجیب باتیں بتائیں جنہیں سن کر کھال کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ (انہوں نے بتایا) کہ میں نے اللہ کے امین پیغام رساں کو دیکھا کہ وہ میرے سامنے ایک ایسی مکمل صورت میں آگئے جو انتہائی بارعب صورت تھی۔ انہوں نے مزید کہا کہ میرے اردگرد کے درخت جب مجھے سلام کرتے تو مجھے خوف سے گھبراہٹ ہونے لگتی۔ میں نے کہا میرا گمان یہ ہے کہ' اور کیا پتہ کہ وہ سچ ہو' کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے گا' اور آپؐ اللہ کی طرف سے نازل شدہ سورتوں کی تلاوت کریں گے۔ اور اگر آپؐ نے لوگوں کو علانیہ دعوت دی تو میں آپؐ کی مدد کروں گا' اس طرح کہ وہ میری طرف سے نہ احسان ہوگا' اور نہ دل میں کوئی کدورت ہوگی۔"

ورقہ بن نوفل کے بعد جن صاحب کے اشعار حضور سرور دوعالم ﷺ کی مدح و منقبت میں سب سے زیادہ مشہور ہوئے۔ وہ آپؐ کے چچا جناب ابوطالب ہیں' کفار مکہ انہیں مجبور کر رہے تھے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی حمایت اور مدافعت سے دستبردار ہوجائیں۔ جب ان کی طرف سے یہ مطالبہ بڑھا' اور انہوں نے عرب کے دوسرے قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملانا چاہا تو جناب ابوطالب نے ایک زوردار قصیدہ کہا جس میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ اپنی محبت اور ان کی حمایت اور مدافعت کا حق ادا کردیا۔ قصیدہ بہت طویل ہے لیکن اس کے یہ اشعار عربی ادب کا ناقابل فراموش سرمایہ ہیں۔

کذبتم و بیت اللہ نترک مکۃ
و نظعن الا امرکم فی بلابل
کذبتم و بیت اللہ نبذی محمدا
ولما نطاعن دونہ و نتناضل
و نسلمہ حتی نصرع حولہ
و نذھل عن ابناء نا والحلائل
وما ترک قوم لا ابالک' سیدا
یحوط الذمار غیر ذرب مواکل
و ابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامی' عصمۃ للارامل
یلوذبہ الھلاک من آل ھاشم
فھم عندہ فی رحمۃ و فواضل

"بیت اللہ کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم مکہ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے' ایسا اس وقت تک نہ ہوگا جب تک تم سب کو ہم مصیبتوں میں مبتلا نہ کرچکے ہوں۔ بیت اللہ کی قسم! تم

جھوٹ کہتے ہو کہ ہم محمد (ﷺ) پر کسی کو غالب آنے دیں گے۔ حالانکہ ہم نے ابھی ان کے دفاع میں نیزوں اور تلواروں کے جوہر نہیں دکھائے۔ اور تم غلط سمجھتے ہو کہ ہم انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے۔ (ایسا اس وقت تک نہیں ہو سکتا) جب تک ان (محمد ﷺ) کے اردگرد ہماری لاشوں کے ڈھیر نہیں لگ جاتے' اور ہم ان کی خاطر اپنے بیٹوں اور بیویوں کو فراموش نہیں کر دیتے۔ اور کوئی قوم اپنے ایسے سردار کو کیسے چھوڑ سکتی ہے جو ذمہ داریوں کو نبھاتا ہے' جس کی زبان بے حیا نہیں' اور جو دوسروں پر تکیہ کرنے کا عادی نہیں ہے۔ وہ روئے منور والا جس کے چہرے کا واسطہ دے کر بادلوں کے برسنے کی دعائیں مانگی جاتی ہیں جو یتیموں کا نگہبان اور بیواؤں کا پناہ گاہ ہے۔ آل ہاشم کے تباہ حال لوگ اس کی پناہ لیتے ہیں اور اس کے پاس رحمتوں اور انعامات کے جلو میں زندگی گزارتے ہیں۔"

یہ نعتیہ اشعار کا آغاز تھا' اس کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نعتیہ اشعار و قصائد کا ایک بڑا ذخیرہ تیار کیا۔ شاعری اہل عرب کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ نزول قرآن کے بعد بہت سوں نے شعر کہنا تقریباً ترک کر دیا لیکن حضور سرور دوعالم ﷺ کی مدح و منقبت میں اور کفار کے خلاف آپ کے دفاع میں' بہت سے صحابہ کرامؓ نے قصیدے کہے ہیں۔ جن حضرات کے نعتیہ اشعار راقم الحروف کی نگاہ سے گزرے ہیں ان میں حضرت فاروق اعظمؓ' حضرت عائشہؓ' حضرت حمزہؓ' حضرت سواد بن قاربؓ' حضرت حسان بن ثابتؓ' حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی بطور خاص نمایاں ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ تو اس حیثیت سے صحابہ کرامؓ میں مشہور ہوئے کہ انہوں نے اپنے قصائد کے ذریعے آنحضرت ﷺ کی حمایت و مدافعت کا فریضہ انجام دیا۔ اس دور میں اخبارات و رسائل اور نشر و اشاعت کے دوسرے ذرائع تو موجود نہ تھے لیکن شعر ایک ایسا ذریعہ تھا جس کو اپنی بات دوسروں تک پہنچانے اور پھیلانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ چونکہ اہل عرب کو شاعری سے بہت لگاؤ تھا۔ اس لئے اچھے اشعار انہیں عموماً سنتے ہی یاد ہو جاتے تھے۔ اور لوگ اپنی مجلسوں میں ایسے اشعار کو ایک دوسرے کو سنانے کے عادی تھے' اور اس طرح جو قصیدہ اعلیٰ شاعری کے معیار پر پورا اترتا۔ وہ بہت جلد ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک پہنچ جاتا تھا' اور لوگوں کی ذہن سازی میں اس کی تاثیر مسلم تھی۔

کفار مکہ آنحضرت ﷺ کے خلاف ہر قسم کا حربہ آزماتے تھے' چنانچہ انہوں نے اشعار و قصائد کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈے کا ایک محاذ کھولا ہوا تھا' اور مسلمان یہ محسوس کر رہے تھے کہ نشر و اشاعت کے محاذ پر بھی کفار کے پروپیگنڈے کی جواب دہی ضروری ہے۔

چنانچہ یہ محاذ ان صحابہ کرامؓ نے سنبھالا جو شعر و شاعری میں بطور خاص معروف تھے' اور یہ سعادت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی کہ انہوں نے اپنے اشعار کے ذریعے آنحضرت ﷺ کا دفاع کیا' اور آپؐ کی مدح و منقبت کو اپنی شاعری کا محور بنا لیا۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ خود آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں ان کے لئے مسجد نبویؐ میں باقاعدہ منبر رکھا جاتا' اور وہ اس پر چڑھ کر اپنے قصائد سنایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے حق میں یہ دعا فرمائی کہ۔

اللھم ایدہ بروح القدس۔

"یااللہ! روح القدس سے ان کی تائید فرمایئے۔"

اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے کہ نعت رسول ﷺ کو اپنی شاعری کا باقاعدہ موضوع اور محور بنانے والے حضرت حسان بن ثابتؓ ہیں' تو شاید غلط نہیں ہوگا۔ ان کا دیوان چھپا ہوا ہے' اور ان کے یہ نعتیہ اشعار شاید بڑے بڑے قصیدوں پر بھاری ہیں۔

واحسن منک لم تر قط عینی
واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبراۃ من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

"آپ سے بہتر ذات کبھی میری آنکھ نے نہیں دیکھی۔ آپؐ سے زیادہ حسین و جمیل شخص کبھی عورتوں نے نہیں جنا۔ آپؐ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا۔ ایسا لگتا ہے کہ آپؐ کو ویسا ہی بنایا گیا جیسا آپؐ خود چاہتے تھے۔"

جوں جوں اسلام جزیرہ عرب سے نکل کر دوسرے ملکوں میں پھیلتا گیا' نعت کا دائرہ بھی وسیع ہوتا چلا گیا۔ چونکہ ایمان و اسلام درحقیقت "حب رسول ﷺ" کے بغیر نامکمل ہے۔ اس لئے اسلام کی توسیع کا مطلب ہی "حب رسول ﷺ" کی توسیع تھا۔ اور "نعت" چونکہ اسی حب رسول ﷺ کا ایک مظہر ہے' اس لئے ہر علاقے میں جہاں مسلمان آباد ہیں۔ نئے نئے اسلوبوں سے نعت کہنے کا سلسلہ جاری رہا۔ اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ حضور سرور دوعالم ﷺ کے اسم گرامی ہی سے نہ صرف شاعری کی آبرو قائم ہے' بلکہ اس دنیا' بلکہ پوری کائنات کی رونق اسی نام نامی سے وابستہ ہے۔

ہو نہ یہ نامؐ تو کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
چمن دہر میں بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو' پھر مے بھی نہ ہو' خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو' تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نامؐ سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نامؐ سے ہے
دشت میں' دامن کہسار میں' میدان میں ہے
بحر میں' موج کی آغوش میں' طوفان میں ہے
چین کے شہر' مراکش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان رفعنا لک ذکرک دیکھے

یوں تو نعتیں دنیا کی ہر زبان میں کہی گئی ہوں گی' لیکن چونکہ عربی' فارسی اور اردو زبانوں کو اسلامی ادب سے بطور خاص مناسبت رہی ہے' اس لئے نعتیں بھی شاید انہی زبانوں میں سب سے زیادہ کہی گئیں اور اہل دل نے آنحضرت ﷺ کی مدح و منقبت اور آپؐ کے ساتھ محبت و عقیدت کے اظہار میں نئے سے نئے اسالیب اختیار کئے۔ علم عروض و قوافی اور علم بیان و بدیع کی کوئی صنف ایسی نہیں ہے جو "نعت" میں نہ برتی گئی ہو اور اس مقدس صنف سخن کے ذریعے شعر و ادب کی ثروت میں اتنا اضافہ ہوا کہ شاید کسی اور موضوع میں شاعری کی مختلف جہتیں جمع نہ ہوئی ہوں۔ یہاں تک کہ متعدد شعراء نے بدیع کی مختلف صنعتوں کا تعارف ہی نعتیہ اشعار سے کرایا اور بدیع کی ہر صنعت کی مثال میں نعتیہ اشعار کہے۔

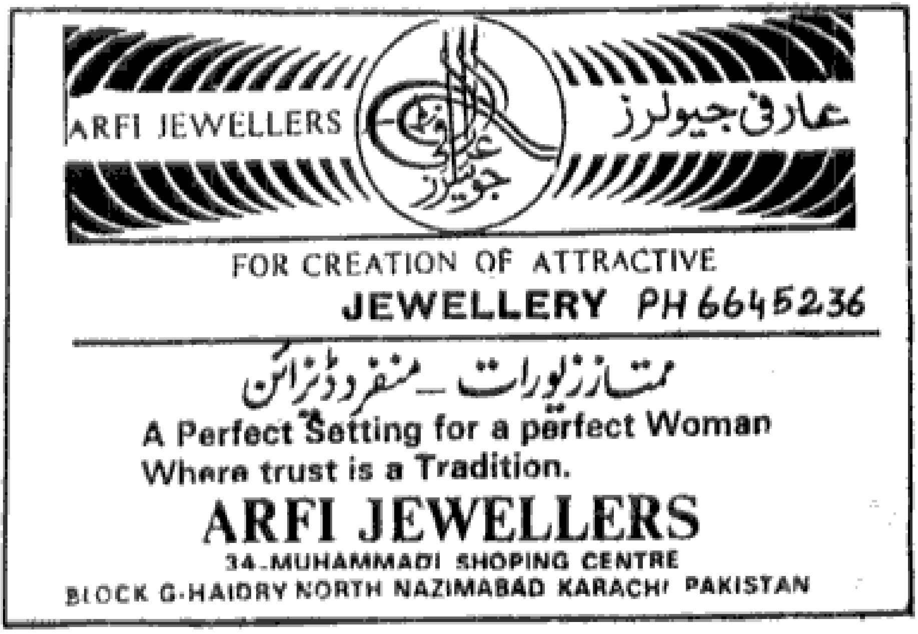

ابو عمار زاہد الراشدی

دینی مدارس، بنیاد پرستی اور انسانی حقوق

دینی مدارس کے خلاف مغربی لابیوں کی نئی مہم کا جائزہ

روزنامہ جنگ لاہور ۱۳؍ دسمبر ۹۴ء کے مطابق گورنر پنجاب چودھری الطاف حسین نے دینی مدارس کی کارکردگی پر کڑی نکتہ چینی کی ہے اور فرقہ وارانہ کردار کے حامل مدارس کی بندش کا عندیہ دیا ہے۔ اسی طرح بعض اخباری اطلاعات کے مطابق وفاقی وزارت داخلہ نے ملک میں نئے دینی مدارس کی رجسٹریشن اور پرانے مدارس کی رجسٹریشن کی تجدید کے لیے وزارت داخلہ سے پیشگی اجازت کی شرط عائد کردی ہے اور متعلقہ حکام کو ہدایت کردی گئی ہے کہ اس اجازت کے بغیر کسی نئے دینی مدرسہ کو رجسٹرڈ نہ کیا جائے اور نہ ہی پہلے سے قائم کسی مدرسہ کی رجسٹریشن کی تجدید کی جائے۔ اس کے ساتھ ہی بہاول پور پولیس کے حوالہ سے یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ حکام بالا کی ہدایت پر پولیس دینی مدارس کا سروے کررہی ہے تاکہ اس الزام کی حقیقت معلوم کی جاسکے کہ بعض مدارس میں بچوں سے جبری بیگاری جاتی ہے۔ علاوہ ازیں گزشتہ دنوں گوجرانوالہ میں وزیر اعظم پاکستان کے ایک مشیر نے کسی مدرسہ کے بارے میں اخبارات میں شائع ہونے والی اس رپورٹ کا ذکر کیا ہے کہ وہاں طلبہ کو زنجیروں سے باندھ کر قرآن کریم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کے بقول وزیر اعظم نے اس سلسلہ میں انکوائری کی ہدایات جاری کردی ہیں۔ اس کے علاوہ ایمنسٹی انٹرنیشنل کے بارے میں بھی یہ خبر سامنے آچکی ہے کہ اس حوالہ سے تحقیقات کا آغاز کردیا ہے۔ دینی مدارس کے بارے میں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اس تحقیقاتی مہم کا پس منظر کیا ہے اور یہ سب کچھ کن مقاصد کے لیے کیا جارہا ہے؟ اس سوال کا جائزہ لینے سے پہلے ضروری ہے کہ دینی مدارس کے موجودہ نظام پر ایک نظر ڈال لی جائے تاکہ اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے دینی مدارس کے خلاف اس مہم کے مقاصد کو صحیح طور پر سامنے لایا جاسکے۔

پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت کے طول و عرض میں لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے دینی مدارس و مکاتب کا موجودہ نظام ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی ناکامی کے بعد پیدا ہونے والے حالات کا نتیجہ ہے۔ اس سے قبل پورے برصغیر میں درس نظامی کا یہی نصاب تعلیمی اداروں میں رائج تھا جو مغل بادشاہت کے دور میں اس وقت کی ضروریات اور تقاضوں کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا تھا اور جو اب بھی ہمارے دینی مدارس میں بدستور رائج چلا آرہا ہے۔

فارسی اس دور میں سرکاری زبان تھی اور عدالتوں میں فقہ حنفی رائج تھی' اس لیے درس نظامی کا یہ نصاب اس دور کی دفتری اور عدالتی ضروریات کو پورا کرتا تھا اور دینی تقاضوں کی تکمیل بھی اس سے ہوجاتی تھی۔ اس لیے اکثر و بیشتر مدارس کا نصاب یہی تھا اور تقریباً تمام مدارس سرکار کے تعاون سے بلکہ سرکار کی بخشی ہوئی زمینوں اور جاگیروں کے بل بوتے پر تعلیمی خدمات سرانجام دیتے چلے آرہے تھے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی ناکامی کے بعد جب دہلی کا اقتدار ایسٹ انڈیا کمپنی سے براہ راست تاج برطانیہ کو منتقل ہوا اور باقاعدہ انگریزی حکومت قائم ہوگئی تو برطانوی قوانین نافذ کردیے گئے' جس سے ہماری تعلیمی ضروریات دو حصوں میں منقسم ہوگئیں۔ دفتری اور عدالتی نظام میں شرکت کے لیے انگریزی تعلیم ناگزیر ہوگئی اور دینی و قومی ضروریات کے لیے درس نظامی کے سابقہ نظام کو برقرار رکھنا ضروری سمجھا گیا' جبکہ مدارس و مکاتب کا سابقہ نظام ختم کردیا گیا۔ علماء کی ایک بڑی تعداد جنگ آزادی میں کام آگئی' باقی ماندہ میں سے ایک کھیپ کالاپانی اور دیگر جیلوں کی نذر ہوگئی اور پیچھے رہ جانے والے لوگ شکست کے اثرات کو سمیٹتے ہوئے مستقبل کے بارے میں سوچنے میں مصروف ہوگئے۔ مدارس و مکاتب کے لئے مغل حکمرانوں کی عطاکردہ جاگیریں ضبط کرلی گئیں اور اس طرح ۱۸۵۷ء سے پہلے کا تعلیمی نظام مکمل طور پر تتر بتر ہوکر رہ گیا۔

نئے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے تعلیمی ضروریات کے دو حصوں میں تقسیم ہوجانے کے بعد اہل دانش نے مستقبل کی طرف توجہ دی۔ سرسید احمد مرحوم نے ایک محاذ سنبھال لیا اور دفتری و عدالتی نظام میں مسلمانوں کو شریک رکھنے کے لیے انگریزی تعلیم کی ترویج کو اپنا مشن بنایا' جبکہ دینی و قومی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے دینی تعلیم کا محاذ فطری طور پر علماء کرام کے حصہ میں آیا اور اس سلسلہ میں سبقت اور پیش قدمی کا اعزاز مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کے رفقاء کو حاصل ہوا۔ سرسید احمد خان اور ان کے رفقاء نے علی گڑھ میں انگریزی تعلیم کے کالج کا آغاز کیا اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دیوبند میں مدرسہ عربیہ کی بنیاد رکھی۔ اتفاق کی بات ہے کہ سرسید احمد خان اور مولانا محمد قاسم نانوتوی دونوں ایک ہی استاذ مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے شاگرد تھے اور دونوں نے مختلف سمتوں پر تعلیمی سفر کا آغاز کیا جو آگے چل کر دو مستقل تعلیمی نظاموں کی شکل اختیار کرگئے۔ ابتداء میں سرسید احمد خان مرحوم کے انگریزی کالج اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مدرسہ عربیہ دونوں کی بنیاد عوامی چندہ پر اور امداد باہمی کے طریق کار پر تھی' لیکن بعد میں کالج اور اسکول کے نظام کو سرکاری سرپرستی حاصل ہوگئی اور رفتہ رفتہ پورا نظام سرکار کی تحویل میں آکر مصارف و اخراجات کے جھنجھٹ سے آزاد ہوگیا' جبکہ دینی مدارس سرکاری سرپرستی سے آزاد رہے جس کی وجہ سے انھیں اپنے اخراجات و ضروریات کے لیے ہر دور میں عوامی چندہ پر انحصار کرنا پڑا اور آج بھی یہ صورت حال بدستور قائم ہے۔

دینی مدارس کے اس آزادانہ اور متوازی نظام کے بنیادی مقاصد درج ذیل تھے۔

- قرآن و سنت' عربی زبان اور دیگر اسلامی علوم کی حفاظت اور مسلم معاشرہ کا ان سے تعلق برقرار رکھنا۔
- مساجد و مدارس کے نظام کو قائم رکھنا اور ان کے لئے ائمہ' خطباء اور مدرسین کی فراہمی۔
- یورپ کی نظریاتی اور تہذیبی یلغار کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی طرز معاشرت اور عقائد کی حفاظت۔
- جدید عقلیت کے پیدا کردہ اعتقادی و نظریاتی فتنوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے ضروری تھا کہ یہ مدارس سرکار کے اثر سے آزاد رہیں اور ایسا تعلیمی نصاب و نظام اختیار کریں کہ اس کے تیار کردہ افراد صرف ان کے مقاصد کے خانہ میں فٹ ہوسکیں۔ اس بات کو زیادہ بہتر طور پر واضح کرنے کے لیے ایک واقعہ بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو میں نے مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ کے خطیب حضرت مولانا مفتی عبد الواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا۔ ان کی روایت کے مطابق یہ اس دور کا واقعہ ہے جب دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے فرزند مولانا حافظ محمد احمدؒ تھے۔ اس دور میں دارالعلوم کے فارغ التحصیل کچھ نوجوان حیدرآباد دکن کی ریاست میں ملازمتوں پر فائز ہوئے اور کارکردگی اور صلاحیت کے لحاظ سے دوسرے ملازمین سے بہتر ثابت ہوئے۔ مولانا حافظ محمد احمدؒ کے دورہ حیدرآباد کے موقع پر نظام حیدرآباد نے ایک ملاقات میں ان سے اس بات کا ذکر کیا اور خواہش ظاہر کی کہ اگر دارالعلوم دیوبند کے فضلاء ہر سال سارے کے سارے حیدرآباد بھجوا دیے جائیں تو نظام حیدرآباد انھیں ملازمتیں دیں گے اور دارالعلوم کے سالانہ اخراجات کا بار نظام خود اٹھائیں گے۔ مولانا حافظ محمد احمدؒ نے دیوبند واپسی پر یہ پیش کش دارالعلوم کے صدر مدرس شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے سامنے بیان کی اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ مولانا محمود حسنؒ نے خود کوئی مشورہ دینے کی بجائے حافظ محمد احمدؒ کو دارالعلوم کے

سرپرست حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں بھیج دیا جو اس وقت بقید حیات تھے۔ انہوں نے مولانا حافظ محمد احمدؒ سے نظام حیدر آباد کی پیش کش کے بارے میں سن کر جو جواب دیا وہ حضرت مولانا مفتی عبدالواحدؒ صاحب کے الفاظ میں یوں تھا۔

"بھاڑ میں جائے حیدر آباد کی ریاست! ہم اس ریاست کو چلانے کے لیے طلبہ کو نہیں پڑھا رہے۔ ہم تو اس لیے پڑھاتے ہیں کہ مسجدیں اور قرآن کے مکاتب آباد رہیں اور مسلمانوں کو نمازیں اور قرآن کریم پڑھنے والے ائمہ اور اساتذہ ملتے رہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ دینی مدارس میں انگریزی تعلیم کا داخلہ بند رہا اور علماء اور دینی طلبہ کو انگریزی تعلیم حاصل کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا جاتا رہا کیونکہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے والے افراد لازماً سرکاری ملازمت کو ترجیح دیتے اور دینی مدارس سے فارغ ہونے والوں کی ایک بڑی کھیپ بھی اسی طرف منتقل ہو جاتی جس سے دینی مدارس کے قیام کا بنیادی مقصد فوت ہو جاتا۔ جبکہ دینی مدارس کے نظام کا آغاز کرنے والوں کے ذہن میں سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ ایسی کھیپ تیار ہو جو قرآن پاک کے مکاتب کو آباد رکھے' اس لیے حکمت عملی کے تحت عملاً "ایسا طریقہ اختیار کیا گیا کہ دینی مدارس کے فارغ التحصیل حضرات مسجد و مدرسہ کے سوا کسی دوسری جگہ نہ کھپ سکیں۔ چنانچہ اس مقصد کے حوالے سے یہ حکمت عملی کامیاب رہی۔ اس کے نتیجہ میں برصغیر کے طول و عرض میں دینی مدارس و مکاتب کا جال بچھ گیا اور مساجد میں ائمہ و خطباء کی کھیپ بھی فراہم ہوتی رہی۔

دینی مدارس کے منتظمین نے ان مقاصد کے حصول کے لیے کیا کیا جتن کیے؟ یہ ایک الگ داستان ہے جس کی تفصیلات کی اس مضمون میں گنجائش نہیں ہے تاہم اس قدر عرض کرنا ضروری ہے کہ انہوں نے سہولتوں کی زندگی ترک کرکے فقر و فاقہ اور تنگی و ترشی کی زندگی اختیار کی' لوگوں سے صدقات و خیرات مانگ کر مدارس کو آباد رکھا۔ بلکہ کچھ عرصہ پہلے تک تو محلہ کے ایک ایک گھر سے روٹیاں مانگنے کا سلسلہ بھی قائم رہا' اس لیے یہ بات بلا جھجک کہی جاسکتی ہے کہ علماء کے اس طبقہ نے اپنی "عزت نفس" تک کی قربانی دے کر معاشرہ میں قرآن و حدیث کی تعلیم اور اسلامی عقائد و معاشرت کو برقرار رکھا۔ ورنہ عالم اسباب میں اگر یہ مدارس نہ ہوتے تو اسپین کی طرح برصغیر پاک و ہند میں بھی (نعوذ باللہ) اسلام ایک قصہ پارینہ بن چکا ہوتا۔ صدقہ و خیرات' گھر گھر سے مانگی ہوئی روٹیوں اور عام لوگوں کے چندوں کی بنیاد پر قائم ہونے والا دینی مدارس کا یہ نظام برطانوی استعمار کی نظریاتی فکری اور تہذیبی یلغار کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لیے ایک مضبوط حصار ثابت ہوا اور اس نظام نے نہ صرف برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش کے مسلمانوں کے عقائد و افکار' معاشرت اور اسلامی علوم و فنون کی حفاظت کی بلکہ تحریک آزادی اور تحریک پاکستان کو نظریاتی راہنماؤں اور کارکنوں کی کھیپ بھی فراہم کی جس میں مولانا محمود حسنؒ' مولانا عبید اللہ سندھیؒ' مولانا حسین احمد مدنیؒ' مولانا شبیر احمد عثمانیؒ' مولانا عبدالحامد بدایونیؒ' مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ' سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے ہزاروں رفقاء بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

دور غلامی میں دینی مدارس کی حکمت عملی دفاعی تھی جس کے لیے انہیں بہت سے تحفظات اختیار کرنے پڑے۔ اور اگر وہ ان تحفظات کی بارے میں سختی اختیار نہ کرتے تو اپنے بنیادی مقاصد کی طرف اس قدر کامیابی کے ساتھ پیشرفت نہ کرپاتے' لیکن قیام پاکستان کے بعد صورت حال خاصی تبدیل ہوگئی اور آزادی کے حوالہ سے نئے تقاضے اور ضروریات سامنے آگئیں جن کے بارے میں دینی مدارس کی تمام تر مجبوریوں اور مشکلات کے باوجود بہرحال یہ کہنا پڑتا ہے کہ نئی ضروریات اور تقاضوں کو اپنے مقاصد میں شامل کرنے کے لیے وہ ابھی تک تیار نہیں ہوئے جس کے نقصانات قومی سطح پر بہت دیر تک محسوس کیے جاتے رہیں گے۔

قیام پاکستان کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ مساجد و مدارس کے لیے رجال کار کی فراہمی اور اسلامی علوم کی ترویج و تحفظ کی ذمہ داری ریاستی نظام تعلیم کے سپرد کردی جاتی اور دینی مدارس کے الگ نظام کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی' لیکن ریاستی نظام تعلیم نے اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کردیا بلکہ ریاستی نظام تعلیم نے تو قیام پاکستان کے بعد آزاد اور ایک اسلامی ریاست کے مقاصد کے حوالے سے اس قدر مایوس کیا کہ آزاد قوموں کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ قیام پاکستان کے بعد ریاستی نظام تعلیم کی ذمہ داری تھی کہ وہ۔

- پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی نظریاتی ریاست کی حیثیت دینے اور ایک فلاحی اسلامی معاشرہ کے قیام کے لیے فوج' بیوروکریسی' عدلیہ اور دیگر قومی شعبوں میں اسلامی تعلیم و تربیت سے بہرہ ور افراد کار مہیا کرتا۔
- معاشرہ کے عام افراد کو قرآن و سنت کی ضروری تعلیم سے آراستہ کرنے کا اہتمام کرتا۔
- مساجد اور دینی مکاتب کا نظام چلانے کے لیے ائمہ اور مدرسین کی فراہمی کی ذمہ داری قبول کرتا۔
- اسلامی تعلیمات و احکام کو عالمی برادری کے سامنے نئے انداز اور اسلوب سے پیش کرنے کے لیے اسکالرز تیار کرتا اور انہیں جدید علوم اور فلسفہ کے چیلنج کا سامنا کرنے کی تربیت دیتا۔

لیکن ریاستی نظام تعلیم نے نہ صرف یہ کہ ان ذمہ داریوں کو قبول کرنے سے انکار کردیا بلکہ عملاً "یہ نظام سیکولر اور اسلام مخالف عناصر کی کمین گاہ ثابت ہوا اور پاکستان میں اسلامی احکام و تعلیمات کی ترویج کو روکنے اور اس کی اسلامی حیثیت کو غیر موثر بنانے میں اس نظام تعلیم نے مضبوط مورچے کا کام دیا۔ جبکہ اس کے برعکس دینی مدارس نے جو ذمہ داریاں ۱۸۵۷ء کے بعد قبول کی تھیں' ان پر وہ اب بھی پوری دل جمعی کے ساتھ گامزن ہیں اور ان کے طریق کار اور دائرہ عمل میں کوئی فرق نمودار نہیں ہوا بلکہ اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے کہ اسلامی علوم کی حفاظت و ترویج اور مساجد و مدارس کے لیے ائمہ و اساتذہ کی دور کی بات ہے جب جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے وفاقی شرعی عدالت کے قیام کے بعد ضلع اور تحصیل کی سطح پر شرعی قاضی' مقرر کرنے کا پروگرام بنایا تھا اور قاضی کورس کے لیے آرڈیننس کے نفاذ کی تیاری ہو رہی تھی۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ راولپنڈی کینٹ کے ملٹری ہسپتال میں زیر علاج تھے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سلسلہ میں اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ مجھے پریشانی یہ تھی کہ پاکستان بھر میں ضلع اور تحصیل کی سطح پر مقرر کرنے کے لیے اس قدر تربیت یافتہ قاضی کہاں سے آئیں گے؟ اگرچہ اس زمانے میں بعض دینی اداروں نے قاضیوں کی تربیت کے لیے چار ماہ یا چھ ماہ اور ایک سال کے کورس شروع کر رکھے تھے' لیکن میں ان سے مطمئن نہیں تھا کہ قاضی بہرحال قاضی ہوتا ہے اور سال چھ ماہ کا کورس کسی شخص کو قاضی نہیں بنا سکتا اور اگر ہم نے پاکستان میں قاضی کورس کا آغاز اس طرح کے نیم قاضیوں سے کیا تو اسلام کے عدالتی نظام کو پہلا تاثر ہی اپنے نتائج کے لحاظ سے نقصان کا باعث بن سکتا ہے' چنانچہ میں نے مولانا مفتی محمودؒ سے سوال کیا کہ حضرت! یہ قاضی کہاں سے آئیں گے؟ مفتی صاحب نے جواب دیا کہ جن مدرسین نے دینی مدارس میں ہدایہ کی سطح تک کتابیں چار پانچ سال پڑھائی ہیں وہ نظام قضا کے مختصر کورس کے بعد قضا کا منصب سنبھال سکتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں اسے تسلیم کرتا ہوں' لیکن پہلے یہ دیکھ لیجئے کہ ضلع اور تحصیل کی سطح پر قاضی مقرر کرنے کے لیے پاکستان کے اضلاع اور تحصیلوں کی تعداد کے مطابق اس سطح کے مدرسین مل جائیں گے یا نہیں اور اگر ہماری پاس اتنی تعداد میں اس معیار کے مدرسین مل بھی جائیں تو انہیں عدالتوں میں بھیج کر دینی مدارس میں ہدایہ کی سطح کی کتابیں کون پڑھائے گا؟ اس سوال کا جواب حضرت مفتی محمودؒ صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں ٹال دیا۔ لیکن میں نے ان کے چہرے کی سلوٹوں سے اندازہ لگالیا کہ اس سوال نے خود انہیں بھی پریشان کردیا ہے۔

دینی مدارس کو ابھی تک اپنے وجود کے تحفظ اور اپنے کردار کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لیے تحفظات کی فضا کا سامنا ہے اور وہ اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ اپنی تیار کردہ کھیپ کو دوسرے شعبوں کے حوالے کر کے اپنے کام کو جاری رکھ سکیں۔ اس لیے اگر دینی مدارس اپنے تیار کردہ افراد کو مسجد و مدرسہ تک محدود رکھنے کے لیے کچھ تحفظات اختیار کیے ہوئے ہیں تو ان کی اس مشکل کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پھر ایک اور پہلو سے بھی اس مسئلہ کا جائزہ لینا مناسب ہوگا۔ وہ یہ کہ اس وقت پاکستان بھر میں مساجد میں ضروری ہے۔ وہ یہ کہ جہاں تک کسی شعبہ میں پوری مہارت اور مکمل تعلیم کا تعلق ہے' وہ تو کسی دوسرے شعبہ

کے فرد کے لیے ضروری نہیں ہے لیکن بنیادی اور جنرل معلومات ہر شعبہ کے بارے میں حاصل ہونی چاہئیں اور اس کی اہمیت و ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے جس طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ کسی ڈاکٹر یا انجینئر کے لیے دین کا مکمل عالم ہونا ضروری نہیں مگر دین کی بنیادی معلومات و مسائل سے آگاہی ان کے لیے لازمی ہے تاکہ وہ اپنے شعبہ میں دینی احکام کے دائرہ کو ملحوظ رکھ سکیں' اسی طرح ایک عالم دین کے لیے ڈاکٹر یا انجینئر ہو جانا ضروری نہیں البتہ ان شعبوں کے بارے میں بنیادی معلومات علماء کو ضروری طور پر حاصل ہونی چاہئیں تاکہ وہ ان شعبوں کے افراد کی دینی راہ نمائی صحیح طور پر کرسکیں۔ اسی طرح انگریزی آج کی بین الاقوامی زبان ہے اور پاکستان کی دفتری اور عدالتی زبان ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان سے کماحقہ بہرہ ور ہونا علماء کے لیے آج کے دور میں ضروری ہے۔ اس بنا پر ہم دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں کسی بنیادی تبدیلی یا تخفیف کی حمایت تو نہیں کریں گے البتہ اس میں انگریزی زبان اور میڈیکل سائنس' جنرل سائنس' انجینئرنگ اور دیگر عصری علوم کے بارے میں بنیادی معلومات کی حد تک نصاب کے اضافے کو ضروری سمجھتے ہیں اور دینی مدارس کو اس طرف ضرور توجہ دینی چاہیے۔

اس سلسلہ میں دینی مدارس کی مشکلات کو سامنے رکھنا بھی ضروری ہے۔ مثلاً" ان کی ایک بنیادی مشکل یہ ہے کہ جو طلبہ انگریزی یا دیگر عصری علوم سے آراستہ ہو جاتے ہیں اور سرکاری اسناد حاصل کرلیتے ہیں ان کی اکثریت مساجد میں دینی مدارس کی بجائے ملازمت کے لیے سرکاری اداروں کا رخ کرتی ہے جس کی وجہ سے مساجد و مدارس کو ضرورت اور معیار کے مطابق ائمہ' خطباء اور مدرس میسر نہیں آتے۔ ظاہر بات ہے کہ مساجد و مدارس میں مشاہروں اور دیگر سہولتوں کا مروجہ معیار کسی طرح بھی اس درجہ کا نہیں ہے کہ کوئی خطیب' امام یا مدرس اطمینان کے ساتھ ایک عام آدمی جیسی زندگی بسر کرسکے۔ پھر یہاں ملازمت کا تحفظ بھی نہیں ہے' اس لیے جسے سرکاری ملازمت میں جانے کا راستہ مل جاتا ہے وہ لازما" ادھر کا رخ کرے گا اور مساجد و مدارس کے لیے رجال کار کے فقدان اور خلاء کا مسئلہ پریشان کن صورت اختیار کر جائے گا۔ اس موقع پر حضرت مولانا مفتی محمود صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے ساتھ ایک گفتگو کا حوالہ دینا شاید نامناسب نہ ہو۔ یہ اس فراہمی کے لیے دینی مدارس کے کردار کا تسلسل کسی خلا اور تعطل کے بغیر دستور قائم ہے تو ریاستی نظام تعلیم کے ساتھ تقابل کے تناظر میں دینی مدارس کا یہ کردار بڑے سے بڑے قومی اعزاز کا مستحق ہے' کیونکہ ان سے بھی ان دو مقاصد کے حوالے سے معاشرہ کی ضروریات یہی دینی مدارس پوری کر رہے ہیں اور اگر دینی مدارس بناکر یہ کردار چھوڑ دیں تو مساجد و مدارس کے لیے ائمہ و اساتذہ کی فراہمی اور اسلامی علوم کی ترویج و حفاظت کے شعبہ میں جو خلا واقع ہو گا' وہ کسی باشعور شہری کے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

دینی مدارس کے موجودہ کردار اور خدمات کے بارے میں عام طور پر شکایت کا اظہار کیا جاتا ہے اور شکوہ کرنے والوں میں ہم بھی شامل ہیں لیکن ان شکایات اور دینی مدارس کی مشکلات کا حقیقت پسندانہ جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ صحیح صورت حال سامنے آسکے۔

دینی مدارس سے سب سے بڑی شکایت یہ کی جاتی ہے کہ ان کے نصاب میں آج کے علوم شامل نہیں ہیں اور وہ اپنے طلبہ کو انگریزی' ریاضی' سائنس' انجینئرنگ اور دیگر عصری علوم کی تعلیم نہیں دیتے۔ یہ شکایات ایسی ہے جسے نہ تو پوری طرح قبول کیا جاسکتا ہے اور نہ مسترد کیا جاسکتا ہے' کیونکہ جہاں تک عصری علوم کی مکمل تعلیم کا سوال ہے وہ نہ تو دینی تعلیم کے نصاب کے ساتھ پوری طرح شامل کی جاسکتی ہے اور نہ ایسا کرنا ضروری ہی ہے۔ شامل اس لیے نہیں کیے جاسکتے کہ متقدر اور پختہ عالم دین کا مقام حاصل کرنے کے لیے فارسی و عربی' صرف و نحو' قرآن و حدیث' فقہ و اصول فقہ' معانی و ادب اور منطق و فلسفہ جیسے ضروری علوم کا ایک مکمل نصاب ہے جسے پوری طرح پڑھے بغیر کوئی شخص "عالم دین" کے منصب پر فائز نہیں ہو سکتا اور یہ نصاب اس قدر بھاری بھرکم ہے کہ اس کے ساتھ کسی دوسرے علم یا فن کے مکمل نصاب کو شامل کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور اگر اس نصاب میں کمی کی جائے تو دینی علوم میں مہارت کا پہلو تشنہ رہ جاتا ہے۔ اور ضروری اس لیے نہیں ہے کہ یہ اور اسپلائزیشن کا دور ہے۔ اب ہر شعبہ کے لیے الگ ماہرین تیار ہوتے ہیں اور کسی ایک شعبہ کے ماہر کے لیے ضروری نہیں کہ وہ دوسرے شعبہ کی مہارت بھی رکھتا ہو۔ مثلاً" کسی انجینئر کے لیے قطعی طور پر یہ ضروری نہیں وہ میڈیکل سائنس کے علم سے بہرہ ور ہو اور کسی ڈاکٹر کے لئے ضروری نہیں کہ اس نے انجینئرنگ کا علم بھی حاصل کر رکھا ہو۔ اسی طرح کسی عالم دین کے لیے بھی یہ ضروری نہیں کہ وہ میڈیکل سائنس' انجینئرنگ یا کسی شعبہ کی مہارت بھی رکھتا ہو۔ تاہم ایک فرق ملحوظ رکھنا ست کم تھا' مزید کم ہوتا جارہا ہے۔ انگلش اور عربی تو رہی ایک طرف' اردو زبان میں اپنے مافی الضمیر کو اچھی تحریر کی صورت میں پیش کرنا مشکل ہوتا جارہا ہے۔ ایک پختہ کار عالم دین نے شکایت کی کہ فلاں قومی اخبار کو میں نے درجنوں مضامین بھجوائے ہیں' ان میں سے ایک بھی شائع نہیں ہوا۔ میں نے اس اخبار کے ایڈیٹر سے بات کی تو انہوں نے جواب دیا کہ جو مضمون ہمیں پورے کا پورا از سر نو لکھنا پڑے' اسے شائع کرنے کا تکلف ہم کس طرح کرسکتے ہیں؟

دینی مدارس سے چھٹی شکایت یہ ہے کہ ان کا باہمی ربط و مشاورت کا نظام انتہائی کمزور ہے۔ پہلے بالکل نہیں تھا مگر کچھ عرصہ سے تمام مذہبی مکاتب فکر کے مدارس نے اپنے اپنے وفاق کرلیے ہیں جو اگرچہ فرقہ وارانہ بنیادوں پر ہیں لیکن اپنے اپنے مکتب فکری کی حد تک انہوں نے باہمی ربط کا ایک نظام قائم کرلیا ہے جس سے امتحانات کی صورت حال بہتر ہوئی ہے اور کچھ دیگر فوائد بھی سامنے آئے ہیں' لیکن معاشرہ میں دینی مدارس کی کارکردگی اور اثرات کا دائرہ جس قدر وسیع ہے اس کے مطابق موجودہ ربط و نظم قطعی طور پر ناکافی ہے' جس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ مدارس کے قیام میں کوئی منصوبہ بندی اور ترجیحات نہیں ہیں۔ جہاں جس کا جی چاہتا ہے ضروریات اور تقاضوں کو ملحوظ رکھے بغیر کسی بھی معیار کا اور سائز کا دینی ادارہ قائم کرلیتا ہے اور چونکہ اوپر چیکنگ کا کوئی نظام موجود نہیں ہے اسلئے کارکردگی اور اخراجات کا دائرہ شخص واحد یا زیادہ سے زیادہ اسکے منظور نظر چند افراد تک محدود رہتا ہے۔ ان خود رو دینی مدارس میں ایک بڑی تعداد ایسے اداروں کی ہے جو تعلیمی اداروں کی بجائے "مذہبی دکانیں" کہلانے کے زیادہ حق دار ہیں اور ان میں مالی بدعنوانیوں کا سلسلہ دراز ہوتا جارہا ہے۔ ضیاء الحق مرحوم کے دور میں سرکاری زکوۃ کا ایک اچھی بنیاد مل سکتی تھی' لیکن ایسا نہیں ہوا اور اس کے نتائج آج معاشرہ میں فکری انتشار اور اخلاقی انارکی کی صورت میں سب کے سامنے ہیں۔

دینی مدارس سے تیسری شکایت اسلام کے بارے میں مغربی لابیوں اور ورلڈ میڈیا کے منفی پراپیگنڈہ کی صورت میں سامنے آنے والے چیلنج کو نظر انداز کرنے کی ہے۔ آج اقوام متحدہ کے چارٹر' جنیوا انسانی حقوق کمیشن کی قراردادوں اور بنیادی حقوق کے مغربی تصورات کے حوالہ سے اسلامی احکام اور قوانین کا مذاق اڑایا جارہا ہے' جرائم کی شرعی سزاؤں کو انسانی حقوق کے منافی قرار دیا جارہا ہے۔ ارتداد اور توہین رسالت پر قدغن کے بارے میں اسلامی قوانین کو آزادی رائے کے بنیادی حق سے متصادم ہے کہا جارہا ہے اور دنیا میں کسی بھی جگہ اسلامی معاشرہ کے قیام کو قرون وسطی کے ظالمانہ دور کی واپسی سے تعبیر کیا جارہا ہے۔ اس چیلنج کا سامنا کرنے اور آج کی زبان میں اسلام کو انسانی حقوق کے علمبردار اور محافظ نظام کے طور پر پیش کرنے کے لیے لوگوں کی نظریں دینی مدارس اور اداروں کی طرف اٹھتی ہیں اور عام مسلمان یہ توقع کرتا ہے کہ جس طرح دینی مدارس کے نظام نے برطانوی استعمار کے دور میں اعتقادی اور معاشرتی فتنوں کا دل جمعی سے مقابلہ کیا تھا' آج بھی وہ مغربی فلسفہ کی نئی اور تازہ دم یلغار کے سامنے خم ٹھونک کر میدان میں آئے گا' مگر چند استثناؤں کو چھوڑ کر دینی مدارس میں اس چیلنج کے ادراک کی فضا ہی سرے سے موجود نہیں جو بلاشبہ ایک بہت بڑا المیہ ہے۔

دینی مدارس سے چوتھی شکایت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اساتذہ اور طلبہ کو گفتگو اور مباحثہ کے نئے اسلوب اور ہتھیاروں سے روشناس نہیں کرایا۔ فتووں اور مناظرہ کی زبان قصہ پارینہ بن چکی ہے مگر دینی مدارس بلکہ ہمارے منبر و محراب پر بھی ابھی تک اسی زبان کا سکہ چلتا ہے۔ اخبارات پڑھنے والوں کے لئے ہماری زبان اور اسلوب بیان دونوں

اجنبی ہو چکے ہیں مگر ہم کوئی پروا کیے بغیر اسی ڈگر پر قائم ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر دینی مجالس میں تعلیم یافتہ لوگوں کا تناسب دن بدن کم ہوتا جا رہا ہے۔ آج کی زبان منطق و استدلال کی زبان ہے' مشاہدات کی زبان ہے' کسی بھی مسئلہ کو اس کے پس منظر اور نتائج کے ساتھ پیش کرنے کی زبان ہے اور انسانی حقوق کے حوالے سے گفتگو کی زبان ہے' مگر دینی مدارس کے اساتذہ اور طلبہ کی اکثریت اس زبان سے نا آشنا ہے اور ستم بالائے ستم کہ اچھا بولنے اور اچھا لکھنے والوں کا تناسب جو دینی حلقوں میں پہلے ہی امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دینے والے افراد میں مستند و غیر مستند کا تناسب کیا ہے؟ اگر اس کا غیر جانبدارانہ سروے کیا جائے تو غیر مستند ائمہ و خطباء کا تناسب مستند حضرات سے کہیں زیادہ ہوگا اور ہمارے ہاں مذہبی معاملات میں خرابیوں کی ایک بڑی وجہ یہ ہے' جس کی طرف اکثر حضرات کی توجہ نہیں ہے اور جو اہل دانش اس کا ادراک رکھتے ہیں وہ کسی فتوے کی زد میں آجانے کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کرتے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے جس کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے اور اسلامی نظریاتی ریاست ہونے کے ناطے سے اسٹیٹ کی ذمہ داری ہے کہ جس طرح دوسرے شعبوں میں اکو الیفائیڈ افراد کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے کوالیفائیڈ افراد کی فراہمی پر زور دیا جاتا ہے' امامت و خطابت اور دینی تعلیم کے شعبہ میں بھی ان کوالیفائیڈ افراد کا تناسب کم سے کم کرنے اسے ختم کرنے کی پالیسی اختیار کی جائے اور جس طرح ملک میں خواندگی کا تناسب بہتر بنانے کے لیے پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور ایک معقول بجٹ اس کام کے لیے مخصوص کیا جاتا ہے' دینی شعبہ میں کوالیفائیڈ افراد کا تناسب بڑھانے کے لیے دینی مدارس کی حوصلہ افزائی کی جائے اور قومی تعلیمی بجٹ میں ان کے لیے معقول حصہ مختص کیا جائے۔

دینی مدارس سے دوسری شکایت یہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے مختلف شعبوں بالخصوص عدلیہ میں مطلوبہ معیار کے رجال کار کی فراہمی کو دینی مدارس کے نظام نے اپنے مقاصد میں شامل نہیں کیا۔ یہ کام اگرچہ اصلاً "ریاستی نظام تعلیم" کا تھا لیکن ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ریاستی نظام تعلیم نے اس سمت سوچنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی اور اس کے بعد اس خلاء کو پر کرنے کے لیے لوگوں کی نظریں بہر حال دینی مدارس کی طرف اٹھتی ہیں۔ اگر دینی مدارس اپنی نصاب تعلیم کا از سر نو جائزہ لے کر اسلام کو بطور نظام زندگی دوسرے مروجہ نظاموں کی ساتھ تقابل کے ساتھ پڑھانے کا اہتمام کرتے اور اجتماعی زندگی سے تعلق رکھنے والی حدیث وفقہ کے ابواب کو ضرور اہمیت کے ساتھ پڑھایا جاتا تو دینی مدارس سے فارغ ہونے والے علماء کرام اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد کے تربیت یافتہ اور شعوری کارکن ثابت ہوتے اور اس کے ساتھ اگر تجارت' عدالت' انتظامیہ اور دیگر شعبوں کے افراد کے لیے ہلکے پھلکے کورسز تیار کر کے انہیں دینی مدارس کے تعلیمی دائرہ میں شریک کر لیا جاتا تو اسلامی نظام کے لیے رجال کار کی فراہمی کی ایک حد دینی مدارس کے لیے مخصوص کیا گیا تو اس کے حصول کے لیے دنوں میں کئی مدرسے وجود میں آگئے اور پھر سرکاری زکوٰۃ کی رقم حاصل کرنے کے لیے رشوت' سفارشات اور بد عنوانیوں کے جو دروازے کھلے' انہوں نے دینی اداروں کو بھی دیگر سرکاری محکموں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ اس سلسلہ میں دینی مدارس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک حصہ میں وہ معیاری دینی ادارے ہیں جنہوں نے سرکاری زکوٰۃ کی وصولی سے گریز کیا اپنی چادر کے دائرے میں پاؤں پھیلانے کے باوقار طریق کار پر گامزن رہے۔ دوسرے نمبر پر وہ دینی ادارے ہیں' جو اپنی کارکردگی اور معاملات میں دیانت اور اعتماد کے معیار پر پورے اترتے ہیں اور انہوں نے سرکاری زکوٰۃ وصول کر کے اسے صحیح مصرف پر صرف کیا۔ اور تیسری نمبر پر وہ مدارس ہیں جنہوں نے سرکاری زکوٰۃ وصول اور خرچ کرنے میں کسی دینی اور اخلاقی معیار کی پابندی کا تکلف گوارا نہیں کیا۔ بدقسمتی سے سرکاری ریکارڈ میں تیسری قسم کے مدارس کی فہرست زیادہ لمبی ہے اور دینی مدارس کے مجموعی نظام کے بارے میں سرکاری محکموں کی رائے قائم ہونے میں یہی فہرست بنیاد بن رہی ہے۔ پھر چند بڑے اور معیاری دینی مدارس کو چھوڑ کر اکثر و بیشتر دینی مدارس نے عوامی چندہ کے حصول کے لیے جو طریقے کچھ عرصہ سے اختیار کر لیے ہیں' انہوں نے چندہ دینے والے اصحاب خیر کو پریشان کر دیا ہے اور اس سے مدارس کے نیک نامی اور اعتماد مجروح ہو رہا ہے۔ کراچی' فیصل آباد اور گوجرانوالہ جیسے کاروباری شہروں میں رمضان المبارک کے دوران مساجد اور دوکانوں پر دینی مدارس کے سفیروں کی جو یلغار ہوتی ہے اور لوگوں کی توجہ زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کے لیے گفتگو کا جو اسلوب اختیار کیا جاتا ہے' اس سے دینی اداروں کے اعتماد اور وقار کا گراف تیزی کے ساتھ نیچے جا رہا ہے۔ اس میں کوئی مبالغہ کی بات نہیں کہ کاروباری شہروں میں بہت سے دوکاندار رمضان المبارک کے دوران سفیروں کی یلغار کے خوف سے خود اپنی دکانوں پر بیٹھنے سے کترانے لگے ہیں اور مساجد میں نمازوں کے بعد کھڑے ہو کر اپیل کرنے والے سفیروں کو اب نمازیوں نے ٹوکنا شروع کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پریشان کن صورت حال پاکستان سے باہر لندن میں دیکھنے میں آتی ہے جہاں پاکستان' بھارت اور بنگلہ دیش کے مدارس کے سفراء نماز کے بعد کھڑے ہو کر اپنے مدرسے کے لیے اپیل کرتے ہیں اور پھر دروازے پر رومال بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں' جہاں نمازی گزرتے ہوئے پاؤنڈ اور سکے پھینکتے جاتے ہیں۔ یہی بات یہ ہے کہ میرے جیسے حساس دینی کارکن کی نظریں

جبار کارپیٹس
زینت کارپٹ • مون لائٹ • پاک پنجاب کارپٹ
یونائیٹڈ کارپٹ • وینس کارپٹ • اولمپیا کارپٹ
ڈیلرز
مساجد کیلئے خاص رعائت
۴۔ این آر ایونیو نزد جبڑی پوسٹ آفس بلاک جی برکات حیدری نارتھ ناظم آباد فون: 6646888 6646655

شرم سے زمین پر گڑ جاتی ہیں۔ ابھی چند ماہ قبل جنگ لندن میں ایک مسلم نوجوان کا مراسلہ شائع ہوا' جس میں اس نے بتایا کہ برطانیہ میں پلنے بڑھنے والے مسلمان نوجوانوں کی اکثریت مساجد میں اس لیے نہیں آتی کہ ایک تو ائمہ اور خطباء کی زبان ان کی سمجھ میں نہیں آتی' دوسرے جن موضوعات پر وہ گفتگو کرتے ہیں ان سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے' دوسری جن موضوعات پر وہ گفتگو کرتے ہیں ان سب انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے' تیسرے ہر نماز کے بعد کسی نہ کسی مدرسہ کا سفیر چندہ کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور ان کے پاس ہر آدمی کو دینے کے لیے اتنے پیسے نہیں ہوتے۔ یہ صورت حال برطانیہ کی مساجد کی ہے جو ہزاروں میل دور اور اکثر مدارس کی سفراء کی دسترس سے باہر ہے۔ جب وہاں کا یہ حال ہے تو اپنے ملک کی مساجد کا کیا حال ہو سکتا ہے؟ اور قیاس کرنے کی ضرورت کیا ہے' سارا منظر تو ہم رمضان المبارک میں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

یہ بات نہیں کہ لوگ دینی مدارس سے تعاون نہیں کرتے' اس لیے مدارس کو مجبوراً" ایسے طریقے اختیار کرنا پڑتے ہیں۔ یہ بات نہیں ہے' کیونکہ بیسیوں ایسے اداروں کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں جنکا سالانہ بجٹ لاکھوں سے متجاوز ہے اور بعض کا کروڑوں کی حدود میں قدم رکھ رہا ہی' وہ مدارس نہ سرکاری امداد لیتے ہیں اور نہ ہی ان کے سفیر اس طرح چندہ کے لیے گھومتے پھرتے ہیں' مگر ان کا بجٹ ماہانہ خیر مسلمانوں کے تعاون سے باوقار طریقہ سے فراہم ہو جاتا ہے۔

یہ ہے دینی مدارس کا ماضی اور حال جسے اب پاکستان کی وزارت داخلہ اور اس سے بڑھ کر بین الاقوامی سطح پر ایمنسٹی انٹرنیشنل اپنی تحقیقات اور سروے کی بنیاد بنا کر دنیا کو ان کی منفی تصویر دکھانے کے درپے ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کا تو یہ نظریاتی محاذ ہے' وہ مغربی حکومتوں اور لابیوں کی نمائندہ ہے جن کا موقف یہ ہے کہ اسلام آج کے دور میں بطور "نظام زندگی" قابل عمل نہیں ہے اور اسلامی احکام و قوانین انسانی حقوق کے منافی ہیں' اس لیے عالم اسلام میں دینی بیداری کی تحریکات کو ناکام بنانا ضروری ہے' ورنہ قرون وسطیٰ کا وحشیانہ دور پھر واپس آ سکتا ہے جس سے ویسٹرن سولائزیشن اور تہذیب و ترقی سب کچھ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس لیے مغربی حکومتیں اور ان کے مفاد میں کام کرنے والی لابیاں عالم اسلام میں دینی بیداری کے سرچشموں کو بند کرنا چاہتی ہیں۔ ان کی نظر میں پاکستان دنیا کا سب سے بڑا بنیاد پرست مسلمان ملک ہے اور پاکستان کی بنیاد پرستی کا سرچشمہ دینی مدارس ہیں' اس لیے دینی مدارس کو غیر موثر بنانا اور عوام کے ساتھ ان کے اعتماد کے رشتے کو ختم کرنا ضروری ہے۔ اسی بنیاد پر علماء کرام اور دینی مدارس کی کردار کشی اور انہیں منتشر رکھنے پر کروڑوں ڈالر خرچ کیے جا رہے ہیں۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل اسی مہم کو لے کر آگے بڑھنا چاہتی ہے اور پاکستان کے غیر معیاری اور برائے نام دینی مدارس کو بنیاد بنا کر ایک رپورٹ دنیا کے سامنے لانے کی کوشش کر رہی ہے جس میں دکھلایا جائے گا کہ پاکستان کے دینی مدارس میں طلبہ کو آج کے تقاضوں سے بے خبر رکھا جاتا ہے' انہیں مارا جاتا ہے' زنجیروں سے باندھا جاتا ہے' ان سے جبری بیگار لی جاتی ہے' ان کی خوراک' رہائش اور صفائی کا معیار ناقص ہے' انہیں ان مدارس میں آزادی رائے اور دیگر بنیادی حقوق حاصل نہیں ہیں' انہیں جان بوجھ کر ناقص رکھا جا رہا ہے تاکہ وہ قومی زندگی کے کسی شعبے میں کھپ نہ سکیں۔ انکے نام پر چندہ کر کے مدارس کے منتظمین کھا پی جاتے ہیں اور طلبہ کو انتہائی تنگی کی حالت میں رکھ کر خود عیش کی زندگی بسر کرتے ہیں اور ان مدارس میں طلبہ کو اسلحہ کی ٹریننگ دے کر دہشت گرد بنایا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی اس رپورٹ کا حصہ ہو گا جو اگلے سال جون تک منظر عام پر آ رہی ہے اور اس کے لیے بطور خاص ایسے غیر معیاری مدارس کو سروے کی بنیاد بنایا جا رہا ہے جہاں یہ سب کچھ ہوتا ہے تاکہ رپورٹ پر "غیر حقیقت پسندانہ" اور "خلاف واقعہ" ہونے کا الزام عائد نہ کیا جا سکے۔ اس سروے مہم میں ایمنسٹی انٹرنیشنل کی کوئی ٹیم معیاری دینی مدارس میں نہیں جائے گی اور نہ ہی رپورٹ میں ان کا تذکرہ ہو گا۔ پاکستان کی وزارت داخلہ اور دیگر محکمے اس مہم میں انکے مقاصد بھی اس سے مختلف نہیں ہیں۔

کسی بھی طبقہ کی کمزوریاں ہمیشہ اس کے خلاف دشمن کا ہتھیار بنتی ہیں اور دینی مدارس کے نظام سے ناراض قوتوں نے اس کے خلاف ان کمزوریوں کو ہتھیار بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس لیے دینی مدارس کو اور دینی مدارس کے وفاقوں کو خود احتسابی کا ایک مضبوط نظام قائم کرنا ہو گا اور اپنی کمزوریوں کو خود اپنی ہاتھوں دور کرنے کا اہتمام کرنا ہو گا' ورنہ یہ کمزوریاں ان کے خلاف صرف مغربی لابیوں کی پراپیگنڈہ مہم کا ہتھیار نہیں ہوں گی بلکہ ان مدارس کے ارباب حل و عقد کی خدمت میں عرض کریں گے کہ تمام مکاتب فکر کے دینی مدارس کے الگ الگ وفاق اپنا وجود اور نظم قائم رکھتے ہوئے ایک مشترکہ بورڈ قائم کریں اور مشترکہ معاملات کو اس بورڈ کے ذریعہ کنٹرول کیا جائے۔

درس نظامی کے موجودہ نصاب کو برقرار رکھتے ہوئے اس میں انگریزی زبان اور عصری علوم کو بنیادی معلومات کی حد تک ضرور شامل کیا جائے۔

گفتگو اور مباحثہ کے جدید اسلوب اور انگریزی اور اردو میں صحافتی زبان سے طلبہ کو متعارف کرایا جائے۔

اسلام کو بطور نظام حیات پڑھایا جائے اور دیگر نظام ہائے حیات کے ساتھ تقابلی مطالعہ کرا کے نظام شریعت کی اہمیت و ضرورت کو ان کے ذہنوں میں اجاگر کیا جائے۔

مدارس کی درجہ بندی کر کے ہر علاقہ میں وہاں کی ضروریات کے مطابق مدارس کے قیام کے لیے قومی سطح پر منصوبہ بندی کی جائے۔

اباحت مطلقہ (فری سوسائٹی) کے مغربی تصور اور انسانی حقوق کے مغربی فلسفہ کے پس منظر اور نتائج سے طلبہ کو آگاہ کیا جائے۔

دینی' اخلاقی اور روحانی تربیت کا بطور خاص اہتمام کیا جائے اور دینی مقاصد کے حصول کے لیے ان میں مشنری جذبہ اجاگر کیا جائے۔

مالی امداد کے حصول کے لیے باوقار اور آبرو مندانہ طریق کار کی پابندی اور غیر معیاری طریقوں کی حوصلہ شکنی کی جائے اور اس سلسلہ میں وفاقوں کی سطح پر ضابطہ اخلاق طے کر کے مدارس سے اس کی پابندی کرائی جائے۔

اساتذہ کے مشاہروں اور طلبہ کی رہائش' خوراک اور صفائی کے معیار کو بہتر بنایا جائے اور کام کو پھیلانے کے بجائے تھوڑے اور معیاری کام کو اصول قرار دیا جائے۔

مسلم معاشرہ میں دینی مدارس کی اہمیت' خدمات اور کردار کے حوالہ سے معیاری مضامین کی انگلش اور اردو میں قومی اور بین الاقوامی سطح پر اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔

ہمیں امید ہے کہ دینی مدارس کے ارباب حل و عقد ان گزارشات پر ہمدردانہ غور فرما کر اصلاح احوال کی ضروری تدابیر اختیار کریں گے تاکہ دینی مدارس کا یہ نظام ماضی کی طرح مستقبل میں بھی اسلامی علوم کی حفاظت اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں مفید اور موثر کردار ادا کر سکیں۔

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
شاپ نمبر ایف - ۹۱ - صرافہ
میٹھادر کراچی فون ۲۰۔۲۵۵۵۷

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

اس وقت ملک کو بچانے کیلئے دیوانوں کی ضرورت ہے

۱۴ر اکتوبر کو مقامی سہکار تا بھون میں ہندو مسلمانوں کے ایک بڑے منتخب مجمع سے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے خطاب فرمایا' نہ صرف پورا ہال کھچا کھچ بھرا تھا بلکہ ہال سے باہر بھی بڑی تعداد میں لوگ ذوق و شوق سے تقریریں سن رہے تھے عرصہ کے بعد ایسا مجمع دیکھنے میں آیا تھا' ذرائع ابلاغ نے بھی بڑے پیمانے پر اس جلسہ کے پیغام کو پھونچایا۔ بی بی سی ریڈیو اور اسکے اسٹار ٹی وی نے رپورٹنگ کی۔

ایک چونکا دینے والی آیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم' بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم' فلولا کان من القرون من قبلکم اولو بقیۃ ینھون عن الفساد فی الارض' الا قلیلا ممن انجینا منھم' واتبع الذین ظلموا ما اترفوا فیہ وکانوا مجرمین' میرے عزیز بھائیو' میرے دوستو' میرے ہم وطنو! میں اگر الفاظ کے بجائے اپنی تقریر آنسوؤں سے کر سکتا اور زبان کے بجائے میں آپ کے سامنے اپنا دل نکال کر رکھ سکتا' اس سے آگے بڑھ کر کہتا ہوں (اس کو کسی شاعرانہ مبالغے پر محمول نہ کیا جائے) کہ میں ہندوستان کے ضمیر کو آپ کے سامنے لا کر کھڑا کر سکتا' یہ ہندوستان کا ضمیر آپ سے بولے' آپ کا ملک آپ سے مخاطب ہو' وہ آنسوؤں سے بھی' آہوں سے بھی' شکایتوں سے بھی اور پیار و محبت سے بھی آپ سے بات کرے' ان میں سے کوئی بھی میرے بس میں نہیں ہے۔ اس لیے میں الفاظ سے اللہ کی توفیق سے اس جذبہ اور درد کی بنا پر جو میرا ذاتی جذبہ ہے اس میں کوئی سیاسی مقصد' کوئی مادی فائدہ' کوئی شہرت' کوئی ناموری نہیں ہے۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں۔

میں نے ابھی آپ کے سامنے قرآن شریف کی آیت پڑھی ہے وہ چونکا دینے والی آیت ہے' اللہ فرماتا ہے' تم سے پہلے جو صدیاں اور نسلیں گذری ہیں ان میں جب تباہی اور بربادی آئی انار کی پھیلی اور دولت کا جو دور دورہ ہوا' اور اس کے ساتھ ساتھ جذبات پرستی' حیوانیت پرستی' اور طاقت پرستی کا جو دور دورہ ہوا' ان میں سے کچھ بچے کھچے لوگ کہاں تھے جن میں کچھ بچا کھچا احساس ہو تک اولو بقیۃ ایسا قرآنی لفظ ہے کہ اس کا ترجمہ ہمارے ہندوستان کے مترجموں کے لیے مشکل ہو گیا۔ شاہ عبد القادر صاحبؒ دہلوی نے اس کا ترجمہ صاحب شعور سے کیا ہے' کچھ احساس و شعور رکھنے والے کہاں تھے۔ اس وقت میدان میں آتے اور اس صورت حال کا مقابلہ کرتے؟'

جب انسانی نسل خود کشی پر آمادہ تھی

حضرات! میں ایک تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ اس انسانی نسل پر ایسے وقت اور ایسے دور آئے ہیں جو صاف نظر آرہا تھا اور معلوم ہو رہا تھا کہ اب یہ انسانی نسل مٹا کر رکھ دی جائے گی اور اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہے گا۔ اور انسانی نسل خود کشی پر آمادہ ہے جن کو خدا نے ذرا بھی دیکھنے والی نگاہ عطا فرمائی تھی' اور جن کو واقعات سے نتائج نکالنے کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے دی تھی وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ پوری کی پوری نسل انسانی خود کشی پر آمادہ ہے' وہ قسم کھائے ہوئے ہے کہ ہم اپنا نشان باقی نہیں رکھیں گے' اس وقت کوئی پیشن گوئی کرنے والا پیشن گوئی کر سکتا تھا کہ چند برسوں کی بات ہے جب آدمی کو تلاش کرنا پڑے گا' آدمی کو تلاش کرنے کے لیے بھی آدمی چاہیے' اور تلاش کرنے والا آدمی بھی نہیں ملے گا' تلاش کون کرے اور تلاش کس کو کرے یہ الگ بات ہے' مثال کے طور پر اگر آپ گبن کی کتاب پڑھ لیں جس کا تمام دنیا میں ڈنکا بج رہا تھا' اور رومن لا کا نام دنیا میں گونج رہا تھا' جس سے قانون سازوں نے فائدہ اٹھایا ہے' ایسے ہی سانحوں کی تاریخ آپ پڑھ لیجئے' تو معلوم ہوگا کہ ایسے کئی دور اس دنیا میں آئے ہیں کہ معلوم ہوتا تھا کہ انسان ایک کہانی بن کر رہ جائے گا۔ اور کہانی بھی پڑھے گا کون' پڑھنے والے کہاں سے آئیں گے' ایسا ہوا کہ اگر اپ حیوانات کی تاریخ میں جائیں' کیڑے مکوڑوں کی یا پرندوں کی تاریخ میں جائیں تو معلوم ہوگا کہ ایسے بھی جانور ہیں جن کی نسل ختم ہو گئی' کتابوں میں پڑھنے میں آتا ہے کہ فلاں فلاں چڑیا اور فلاں قسم کا جانور تھا اور اب وہ دنیا میں دیکھنے میں نہیں ملتا' ایسے ہی انسانوں کے ساتھ ہوگا؟ آخر یہ نسل کیسے بچی۔

انسانیت کے محسن

تو ہوا یہ کہ جن انسانوں پر دورہ پڑا خود کشی کا اور ضمیر کشی اور شرافت کشی کا دورہ پڑا ہوا تھا۔ اس وقت خدا کے کچھ ایسے بندے پیدا ہوئے جن پر اصلاح کا دورہ پڑ گیا' یہ انسانی تاریخ سب سے زیادہ ممنون اور شکر گزار اور زیر بار احسان ہے خدا کے پیغمبروں کی' جن کے سامنے صرف انسانوں کے بچانے کا مقصد تھا' خدا کا ڈر اور اس کا خوف تھا۔ خدا کے خوف کے سوا کوئی خوف نہیں تھا اور خدا کی خوشی اور اس کے راضی ہونے کے سوا کوئی لالچ نہیں تھی' دنیا کی تاریخ گواہ ہے' بڑی سے بڑی دولت اور شاہنشاہی تو کیا میں گنہگار ہوں گا اگر ان کا نام لوں' اس سلسلہ میں نام تو زبان سے لینا مشکل ہے۔ ان برگزیدہ ہستیوں کے غلاموں کے غلاموں نے اس کو ٹھکرا دیا۔ اور صاف کہدیا کہ ہم تو اس کو دیکھنے کے بھی روادار نہیں' تمہاری دولت تم کو مبارک ہو' ہم تو انسانوں کے خادم ہیں' جیسا کہ ابھی ہمارے عزیز پروفیسر یونس نگرامی نے اپنے خطبہ میں کہا کہ خواجہ فرید الدین رحمہ اللہ علیہ کے پاس کوئی شخص قینچی لیکر آیا تو انھوں نے کہا کہ یہاں قینچی کا کام نہیں ہے یہاں سوئی کا کام ہے۔ یہاں ٹوٹے ہوئے دلوں کے جوڑنے کا کام ہوتا ہے۔ کاٹنے کا کام نہیں ہوتا قینچی لے جاؤ اپنے ساتھ اگر تم یہاں سوئی لائے ہوتے تو سوئی لیتے۔

میں صاف کہتا ہوں' خدا کے ایک گناہ گار بندے کی حیثیت سے کہ ساری دنیا جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ ان پیغمبروں اور ان کے غلاموں کے غلاموں کا نتیجہ ہے جو ہر ملک میں پھونچے اور انھوں نے انسانیت و وحدت کا پیغام سنایا۔ خدا کے خوف و خشیت اور انسانیت کی محبت کا پیغام سنایا اپنا کھانا پینا بھول گئے انکو بعض مرتبہ کئی کئی روز فاقے کرنے پڑے' نہ کھانے کا ہوش تھا نہ کپڑوں کا بس صرف یہ فکر تھی کہ خدا کی اس مخلوق کو سینہ سے لگائیں اور انکو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں کہ یہ آدمیوں کی طرح رہ رہے ہیں جانوروں کی طرح نہیں رہ رہے ہیں کہ بھیڑیا بھیڑیے پر حملہ کر رہا ہے اور چیتا چیتے پر حملہ کر رہا ہے۔ میں نے بعض جگہ کہا کہ ہم نے نہیں سنا کہ چیتوں نے چیتوں پر حملہ کیا ہو' کہیں اخبار میں خبر چھپی ہو کہ چار سو چیتے گئے اور ادھر سے چیتوں کا قافلہ آرہا تھا اس نے اس پر حملہ کردیا' شیروں نے شیروں پر حملہ کیا ہو' اور مجھے اس مہذب مجلس میں معاف کیا جائے کہ ہم نے کبھی نہیں سنا کہ کسی محلے کے کتوں نے دوسرے محلے کے کتوں پر حملہ کیا ہو۔ اور کہیں کے سانپوں نے سانپوں پر حملہ کیا ہو' کہیں کے بچھوؤں نے بچھوؤں پر حملہ کیا ہو۔ لیکن یہ کیا غضب ہے خدا کا کہ انسان انسان پر حملہ کرتا ہے آخر کس لئے اس لیے کہ اس وقت چار چیزوں کی پرستش ہو رہی ہے۔

جغرافیائی نقشہ کے بجائے اخلاقی نقشہ

ایک دولت' ایک طاقت' ایک سیاست اور ایک فرقہ وارایت' یہ چار معبود ہیں' جن کے سامنے جھکنے اور ان کو پالینے کے لیے سب کچھ کر گزرنے کے لیے ہر شخص تیار ہے' مجھے افسوس ہے کہ ہندوستان کا جو جغرافیائی نقشہ بنا ہے' یہ ہمالیہ پہاڑ ہے' یہ دریائے جنگل ہے' یہ فلاں صوبہ ہے' یہ کرناٹک ہے' یہ یوپی ہے' یہ بہار ہے اور یہ بنگال ہے لیکن۔ ابھی تک کوئی ایسا نقشہ نہیں بنا ہے جس میں یہ دکھایا گیا ہو کہ یہ لالچ کا پہاڑ کھڑا ہے' یہ انسان کشی کا دریا بہہ رہا ہے۔ اور یہ دولت پرستی کا طوفان آرہا ہے۔ اور یہ سیاست کے لیے سب کچھ کر گزرنے اور تمام صداقتوں اور اخلاقی معیاروں کو بالکل بھول جانے کا مرض پیدا ہو گیا ہے' میرا خیال ہے کہ کچھ ایسے اسکالر ہوں جو ہندوستان کا ایسا نقشہ بھی کھینچیں' اخلاقی نقشہ ابھی تک نہیں بنا' ایک مہم ایسی ہونی چاہیے جو حالات کو سامنے رکھ کر ایک نقشہ بنائے' جس میں بتایا گیا ہو کہ دولت کی پوجا اس حد تک پہنچ گئی ہے اور اس کی بلندی یہ ہے اور اس وقت طاقت کی پوجا اس حد تک پہونچ گئی ہے' اس وقت انسان کشی اور نفرت کی وبا اس حد تک پہونچ گئی ہے' ان سب کا گراف بنا دے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ چیز کہاں تک پہنچ گئی اگر آج وہ نقشہ ہو تا تو کچھ کہنے کے بجائے بس یہ نقشہ سامنے رکھ دیا جائے اور ہر زبان میں لکھ دیا جائے کہ یہ طاقت کی پوجا ہے' یہ دولت کی پوجا ہے' یہ سیاست کی پوجا ہے' اس کی خاطر سب کچھ کر لینا معقول اور جائز ہے۔ اور یہ کہ پسندیدہ جہیز اور مطلوبہ رقم نہ لانے پر معصوم لڑکیوں' اپنی بہنوں' اپنی بھتیجیوں' بھانجیوں کو (کتنے رشتے بتائے جائیں) قتل کر دیا جائے' نیشنل پریس کی رپورٹ کے مطابق صرف دہلی میں ہر بارہ گھنٹے پر ایک بیاہی ہوئی دلہن صرف اس لئے ماردی اور جلادی جاتی ہے کہ وہ اتنا جہیز لیکر نہیں آئی ہے۔ اتنا چیک بینک کا لیکر نہیں آئی۔ آپ دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھئے کہ ایسی حرکت کرنے والوں کو اللہ پسند کرے گا۔ اس کی ذات تو بہت اونچی ہے' برداشت کرنے کا سوال کیا' آپ کو یہ بات برداشت ہوگی' حقائق کو برداشت ہوگی' خدا نے جو فطرت بنائی ہے' جس پر یہ دنیا چل رہی ہے' بہر حال یہ دنیا کھانے پینے پر چل رہی ہے' کھانے پینے کا یہاں انتظام ہونا چاہیے علاج کا انتظام ہونا چاہئے' موسم ہونا چاہیے' حفظان صحت کے اصول بھی ہونے چاہئیں' تو اس اخلاقی حالت میں یہ دنیا چل سکتی ہے۔

اس ملک کو دیوانوں کی ضرورت ہے

اس وقت اس دنیا میں جو کچھ بھی کمی ہے وہ یہ کہ ایسے لوگ جن پر یہ دورہ پڑ جائے میں معذرت کرتا ہوں اور اپنے ضمیر سے بھی معافی چاہتا ہوں۔ کہ میں اس کے لیے دورہ اور ہسٹریا کا لفظ استعمال کر رہا ہوں کہ وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں اور ان کے ذہن پر حاوی اور سوار ہو جاتے ہیں اور دل کے اندر بیٹھ جاتی ہے کہ یہ جو خرابی پھیلی ہوئی ہے اس کو دور کرنا چاہئے اس کے بغیر ہم رہ نہیں سکتے' اس کے بغیر کھانے میں مزا نہیں آسکتا' اس کے بغیر اپنے یہاں شادی کی تقریبات نہیں کر سکتے' اس کے لئے کچھ دیوانے چاہئے اور کم سے کم میں کہتا ہوں کہ گاندھی جی کے برابر کی سطح کا بھی کوئی انسان ایسا ہوتا جو اس کے لئے پدیاترا کرتا' اس کے لئے جانا پینا چھوڑ دیتا سو پچاس کی تعداد میں بھی ہمیں وہ شیدائی اور وہ مذہبی انسان نظر نہیں آتے' اور نہ ہی ملک کے ہمدرد' مخلص بلکہ ملک دوست اور ملک پر جان دینے والے ہمیں نظر آتے ہیں کہ یہ لوگ میدان میں نکل آئیں' اور کہیں کہ یہ نہیں ہو سکتا اور پیسے کی پوجا اس حد تک ہو اور مجلسوں کا یہ موضوع سخن بن گیا ہے کہ یہ کام اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک رشوت نہ دی جائے اس میں کسی محکمے کی تخصیص نہیں اور پھر یہ کہ طاقت حاصل کرنے کے لئے وہ سب کچھ کرنا جائز ہے' توڑنا جائز ہے' اور جان پر کھیل جانا جائز ہے بس ہمیں طاقت حاصل ہو جائے۔

ملک ہے تو سب کچھ ہے

میرے بھائی طاقت کس لئے ہے' ملک ہے تو سب کچھ ہے' ملک اگر کرپٹ اور اخلاقی طور پر دیوالیہ ہو گیا اور ضمیر بالکل مر گیا' اچھے برے میں کوئی تمیز نہیں رہی اور حد یہ ہے کہ انسان باہر سے آئے بچے ان سے سب لپٹ لپٹ کر ملے تو وہ کچھ خوش نہیں ہوئے انھوں نے بچوں کو پیار نہیں کیا کسی نے پوچھا کہ آپ اتنے دن کے بعد آئے' وہ کہنے لگے کہ ہمیں اطمینان نہیں کہ کبھی کوئی فساد ہو جائے اور یہ بچے مارے جائیں اور یہ بچے تڑپ رہے ہوں' روز اخبار پڑھتا رہتا ہوں میرے دماغ میں ہے کہ نہ جانے کب رائٹ ہو جائے اور گھروں تک پہنچ جائے اور یہ بچے خون میں تڑپتے ہوئے نظر آئیں۔

انسانیت کی محبت' ایثار و قربانی اور استغنا کی دولت

یاد رکھئے ہم نے بار بار کہا ہے کہ اس ملک کو تین چیزیں بچا سکتی ہیں اور پھر کہتا ہوں اور کہتا رہوں گا۔ وہ یہ کہ ایک تو اس کو جمہوریت بچائے گی' دوسری چیز عدم تشدد اور تیسری چیز اس کو صحیح حب الوطنی ہے' اس کے بغیر یہ ملک بچنے والا نہیں ہے' کسی ملک کا بڑا ہونا' بڑی آبادی کا ہونا دوستوں کا ہونا بالکل کافی نہیں ہے' تاریخ بتاتی ہے کہ ان سب پر بالکل پانی پھر جاتا ہے اور یہ چیزیں جلا کر خاک کر دی جاتی ہیں' جب کسی ملک پر ادبار اور زوال آتا ہے تو یہ چیزیں کچھ کام نہیں آتیں' کام آتا ہے خدا کا خوف' کچھ انسانیت کی محبت ایثار و قربانی اور استغنا کی دولت کہ کچھ مل جائے ہم کو کہیں کی سلطنت اور دولت مل جائے ہم کو' جام جمشید کی سلطنت اور سکندر کی سلطنت بھی مل جائے جب بھی ہم اصول کے خلاف نہیں کر سکتے یہ آج تک جو انسانیت برقرار ہے کچھ اصولوں کی پیروی کی وجہ سے برقرار ہے اور کچھ خدا کے ان بندوں کی موجودگی کی وجہ سے برقرار ہے' جن کے دل تڑپ رہے ہیں' اور جو آنسو بہا رہے ہیں اور جن سے جو ہو سکتا ہے وہ کر رہے ہیں' ہمیں خدا سے امید ہے کہ میدان میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے۔

پوری انسانیت کو بچانا آپ کا فرض ہے

بہر حال اس وقت سب سے ضروری بات یہ ہے کہ اس وقت ملک کو بچانے کی فکر کی جائے ملک بچا تو سو کچھ ہے' ہمارے ہندوستان میں ایسے لوگ پیدا ہوئے کہ عالم عربی کو ہندوستان کی ان ہستیوں پر فخر ہے اور پورے عالم اسلام اور عالم عربی میں ان کا جواب نہیں اور میں صاف کہتا ہوں کہ آپ اپنے ملک کا نام اونچا کیجئے بلکہ میں یہاں تک کہتا ہوں کہ آپ اپنے ملک نیز پوری دنیا کو بربادی سے روکئے اور نئی جنگ عظیم کو چھیڑنے اور نئی ایٹمی جنگ سے روکیے اور یورپ و امریکہ کی تہذیبوں میں جو خلل پیدا ہو گیا ہے اور ان میں جو کیڑے لگ گئے ہیں اور جس طرح یہ وبائی بیماریوں میں مبتلا ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تہذیبیں بھی زیادہ دنوں تک بچنے والی نہیں' آپ کا یہ فرض تھا۔ اللہ نے آپ کو یہ موقع دیا تھا۔ خدا نے یہاں ایسے مصلح رہنما پیدا کئے۔ اور خدا ترس انسان اور ایسے روحانی پیشوا پیدا کئے کہ جنھوں نے اس ملک کو نہیں بلکہ دوسرے ملکوں کو پیغام دیا اور انھوں نے فائدہ اٹھایا آپ کا فرض تھا کہ آپ امریکہ اور یورپ کو بچاتے' اور ان کی تہذیب جن کو اس وقت کیڑا لگ گیا ہے' زہر پیدا ہو گیا ہے' اور بس اس وقت دم توڑنے کے لئے تیار ہے' ان کا پروپیگنڈہ اور ان کے جو ذرائع ہیں ان کے آلات اور ان کی ٹکنالوجی' ان کا سائنس یہ چیزیں ان کو دھوکے میں رکھے ہوئے ہیں! جو وہاں زیادہ دن رہے ہیں اور رہتے ہیں ان سے آپ پوچھئے وہ کہتے ہیں کہ یہاں کی تہذیب بیمار ہو گئی ہے اور اب وہ کچھ دنوں کی مہمان ہے وہ خود کشی کرے گی اور ان ملکوں کا انجام یہی ہو گا جو تاریخ میں بہت سے ملکوں کی تہذیبوں کا ہوا۔

اس ملک کو ڈوبنے سے بچایئے

بھائیو! ایسے معزز حضرات کی موجودگی میں مجھے بہت زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں' میں آپ سے پھر کہتا ہوں' سیدھی سی بات یہ ہے کہ اس ملک پر دورہ پڑا ہے دولت پرستی کا' طاقت پرستی کا' سیاست پرستی کا اور فرقہ پرستی کا' آپ اس دورہ کے مقابلہ میں دورہ لائیے' دورہ پیدا کیجئے' اصلاح کا' محبت کا' صلح و آشتی کا' اور انسانیت کے احترام کا' تب تو یہ ملک بچے گا اور یہاں رہنے میں کچھ لطف آئے گا اور اس ملک کا نام روشن ہو گا' اور اس کی دوسرے ملکوں میں عزت بھی ہوگی' اس کے لئے ہندوستان کی ایک تاریخ ہے' اور اگر یہ نہیں ہے تو پھر یاد رکھئے کہ پھر یہ دولت کسی کے کام نہیں آئے گی' یہ غلط فہمی ہوتی ہے انسان کو کہ میں اس وقت فائدہ اٹھاؤں گا' وہ جتنا فائدہ اٹھائے گا اس کو اتنا ہی تاوان دینا پڑے گا۔ جب معاشرہ میں کوئی برائی پھیلتی ہے تو پھر ایک

شخص تک وہ محدود نہیں رہتی' یہ تجربہ ہے اور یہ فطرت ہے' اللہ نے نیچر بنائی کہ فائدہ جب ہوتا ہے جب سب فائدہ میں شریک ہوں' سب کو فائدہ پہونچ سکے' تنہا ایک آدمی کا قارون بن جانا' ہامان بن جانا' سکندر بن جانا کافی نہیں ہوتا' اس کا انجام تاریخ نے اور ہم نے آپ نے دیکھا ہے' بس ہم کہتے ہیں کہ اس وقت سب سے ضروری کام یہ ہے کہ سب اپنے کام کرتے رہئے۔ لکھنے پڑھنے کے کام کیجئے' سیاست کے بھی کام کرتے رہئے لیکن کچھ دیوانے ایسے ہونے چاہئیں جو اصلی سیانے ہیں' جو اس ملک کو ڈوبنے سے بچائیں اور باہر نکل آئیں' اپنا کھانا پینا بھول جائیں' اور وہ ملک کو محسوس کرائیں کہ' یہاں کچھ ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈال دیا ہے' اگر ہم نے اپنا طرز عمل نہیں بدلا تو زندہ نہیں رہیں گے' یہ لاتنے منت حضرات ہندوستان میں ہیں' ہمارے سیاسی لیڈر اور اخلاقی معلمین ہیں' یونیورسٹیوں اور کالجوں کے پروفیسرس ہیں' ہمارے جرنلسٹس ہیں۔

صحافت کا کردار

جب میں نے جرنلسٹس کہہ دیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس فساد میں بہت بڑا سبب جرنلزم کا بھی ہے' ایک مرتبہ اسی لکھنؤ میں ایڈیٹری کانفرنس ہوئی تھی اور ان کا ایک بہت بڑا وفد ہمارے ندوہ میں آیا تھا۔ تو میں نے ان کے سامنے فارسی کا ایک شعر پڑھا۔ فارسی کی غزل کا شعر ہے۔

زیر قدمت ہزار جان است
آہستہ خرام بلکہ مہ خرام

دیکھو اے محبوب! تمہارے قدم کے نیچے ہزار جانیں ہیں' آہستہ چلو یا بالکل نہ چلو۔

زیر قلمت ہزار جان است
آہستہ خرام بلکہ مہ خرام

آپ کے قلم کے نیچے ہزاروں جانیں ہیں۔ آپ آہستہ سے قلم چلائیے بلکہ نہ چلائیے۔

ہم نے دیکھا ہے کہ یہ ساری دنیا' یہ ساری عمارتیں اور یہ سارے کام احساس تناسب پر چلتے ہیں۔ ہمارے اخبارات کے یہاں بالکل احساس تناسب نہیں۔ کوئی ذرا سی چیز ہوگی تو اس کو اتنا پھیلا کر دیں گے اور کوئی بہت بڑی چیز ہوگی اس کا بالکل ذکر نہیں کریں گے۔ اگر بیماری بڑھ رہی ہے تو اس کو دنیا چاہئے کہ کس تناسب سے بڑھ رہی ہے تاکہ اس کا علاج کیا جا سکے۔ میں دواؤں کا کا نام نہیں لیتا لوگ اس وقت بہت ڈرے ہوئے ہیں' اگر کوئی چیز پھیل رہی ہے تو اس کو صحیح حقائق کے ساتھ دینا چاہئے بڑے مثال کے طور پر کہتا ہوں کہ کلکتہ میں پرسنل لا بورڈ کا جلسہ ہوا' وہاں شہید منار میدان ہے جہاں جلسہ ہوا' تو میں نے کئی آدمیوں سے پوچھا کہ کتنے آدمی ہوں گے تو کسی نے کہا کہ پانچ لاکھ آدمی سے کم نہیں ہوں گے' علاقوں سے لوگ بسوں میں بھر کر آئے ہیں' پورا میدان بھرا ہوا تھا۔ جلسہ ختم ہوا مجھے صبح ہی آسنسول جانا تھا' میں نے چلتے وقت کلکتہ کے تمام بڑے اخبارات خریدے' اس میں خبر تھی چند سو مسلمان اس جلسہ میں شریک ہوئے' اسی طرح بمبئی میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے جلسے میں مسلمانوں کی تعداد غیر معمولی تھی' لیکن انگریزی اخبارات نے خبر کو بہت معمولی طریقے سے پیش کیا۔

اصل ہے انسانی ضمیر اور اخلاقی اصول

حضرات! دولت کی پوجا اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ جو غلط کام کرانا چاہو کرالو۔ فلاں فرقہ کا نام لو اور کہوں کہ ہم فلاں ذات برادری کے ہیں' اور جو غلط کام کرنا چاہو وہ کرالو' اس جرم میں کہ یہ مسلمان ہے اس کے ساتھ ناانصافی کی جائے۔ ہندو ہے تو انصاف کیا جائے۔ اصل ہے اصول و صداقت اور خدا کا خوف' اصل ہے انسان کا ضمیر اور اخلاقی اصول' ان کے سامنے ذاتیں کچھ نہیں ہیں' اسلام میں تو یہاں تک کہہ دیا گیا ہے "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب انسان برابر ہیں۔" "ان اباکم واحد ان ربکم واحد۔ تمہارا رب بھی ایک ہے اور باپ بھی ایک۔ لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی الا بالتقوی"۔ کسی عرب کو غیر عرب پر اور کسی غیر عرب کو کسی عرب پر کوئی فضیلت نہیں' سب خوبی اس کے عمل اور اصول کی ہے۔ اگر کوئی اصول پر عمل کرتا ہو تو وہ سر پر بٹھانے کے قابل ہے اور کوئی عمل نہیں کرتا تو اس کو رد کردینا چاہئے۔ ملک کو بچانے کے لیے اس وقت یہ پیام انسانیت کا جلسہ ہے' اور پھر ایک ایسا منتخب مجموعہ' اور پھر اس کا انتظام' اور پھر جس طرح حاضری ہوئی۔ جس درجے کے ہمارے مہمان مقررین مدعوین حضرات شریک ہیں' ان سب سے یہ امید کرنی چاہئے کہ یہاں سے یہ ارادہ کرکے نکلیں گے کہ آپ اصول کا ساتھ دیں گے' انسانی ضمیر کی ترجمانی کریں گے اور آپ کو اپنے مذہب' اخلاقیات اور اپنی تاریخ اور یہاں کی تعلیمات اور جو روایات اس ملک کی رہی ہیں' ان کے مطابق آپ اس ملک کو بربادی و تباہی سے بچائیں گے' اور اس ملک کو دنیا میں ایک لیڈر شپ کا ایک قائدانہ کردار ادا کرنے کا موقع دیں گے' میں آپ سے صاف کہتا ہوں۔

زمانہ آپ کا منتظر ہے

دنیا کے ایک سیاح کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ آج دنیا کو انتظار ہے ایک ایسے قائد کا' اور آج پوری دنیا میں خلا ہے۔ ایک شگاف پڑا ہوا ہے کہ سب کچھ ہے' تہذیب ہے' ترقیات ہیں' تمدن ہے' دولت ہے' فوجیں ہیں لیکن اخلاق نہیں ہے۔ شکاگو میں ایک کانفرنس ہوئی تھی' میں اس میں بھی گیا تھا۔ اس میں تمام مذاہب کے نمائندے موجود تھے' میرا مضمون بھی چھپا تھا اور پڑھا بھی گیا تھا' وہاں بھی یہ حال ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے' یہاں کا جو رند ہے اس کو لغزش مستانہ نہیں ہے۔ وہ گرے گا تو یہ دیکھ کر گریگا کہ زمین صاف ہے یا نہیں' کپڑے خراب تو نہیں ہوں گے' اور میں کس کروٹ گروں گا' مجھے چوٹ نہ آئے۔ یہ نہیں ہے بلکہ رند تو وہ ہے جو پروانہ کرے کہ اس پر کیا گزرے گی۔ ایسے رندوں کی ضرورت ہے جو اپنی اور اپنے خاندان کی پروانہ کرے' کسی چوٹ کی اور کسی مالی نقصان کی' اور حکومت کے کسی منصب سے ہٹنے کی' اور وہ ملک کو دیکھیں اور کسی چیز کو نہ دیکھیں' اگر ایسا عنصر اس ملک میں رہتا ہے تو یہ ملک بچے گا۔ میں آپ سے صاف کہتا ہوں' ورنہ بڑا خطرہ ہے' آئندہ نسلیں ہماری اور آپ کی شکایت کریں گی۔ اور ہمیں مجرم گردانیں گی کہ انھوں نے اس ملک کو بچانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ یہ اپنے ساتھ بھی ناانصافی ہے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے ساتھ بھی ناانصافی ہے' اور اس ملک کے ساتھ بھی ناانصافی ہے' اس ملک کے ہمارے اوپر اتنے احسانات ہیں' یہیں کی ہوا میں ہم سانس لیتے ہیں' یہیں کا پانی ہم پیتے ہیں یہیں کی چیز ہم کھاتے ہیں' خدا نے ہم کو یہاں پیدا کیا۔

مسلمانوں کی ذمہ داری

میں مسلمانوں سے صاف کہتا ہوں کہ خدا نے آپ کو کہاں کہاں سے بھیجا۔ اس لئے بھیجا ہے کہ صرف یہاں کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں؟ آپ پر ذمہ داری ہے اگر کوئی نہیں تو آپ سامنے آئیں۔ میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ آپ کا اولین فرض ہے کہ آپ سامنے آئیں' اور بتائیں کہ پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہے' طاقت ہی سب کچھ نہیں ہے' اصل چیز ہے خدا کی خوشی اور اخلاق کی پابندی' اور ضمیر کی آواز کے مطابق چلنا' اصول پر عمل کرنا' اور ملک سے سچی محبت' اس کو اپنے خاندان' اپنی جان' اپنی اولاد پر ترجیح دینا' بس میں نے بلا ارادہ جو کچھ کہا' اور خدا نے جو کچھ کہلوایا' اسمیں اس وقت کی سچی تصویر کو سامنے رکھتا تھا۔

●●

صرانہ بازار میں سونے کی قدیم دکان
صراف حاجی صدیق اینڈ برادرس
اعلیٰ زیورات بنوانے کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائیں
کندن اسٹریٹ صرافہ بازار کراچی
فون نمبر: ۲۴۵۸۰۳

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مسیح قادیان اور اسکے حواری

"درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے" یہ ایک خدا کے صادق نبی کا قول ہے اور در حقیقت ایک بہت سچی بات ہے۔ اگر ایک شخص خود راستی پر نہیں بلکہ وہ کذاب اور مفتری ہے اور اسمیں خود قوت قدسی نہیں بلکہ وہ ایک گندہ آدمی ہے جو مکر و فریب سے لوگوں کا مال کھاتا ہے اور خدا پر گند کے افترا پر منہ مارتا ہے۔ تو وہ دوسروں میں راستی کی روح کیونکر پھونک سکتا ہے؟ اور ان کو گندگیوں سے کیونکر پاک کر سکے گا ہے۔؟

مرزا صاحب کی صداقت یا غیر صداقت پرکھنے کے لئے آسان نسخہ یہی راہ ہے کہ جس جماعت کو وہ تیار کر کے چھوڑ گئے ہیں اس جماعت کو دیکھو کہ اس کی کیا حالت ہے؟"

یہ مرزا غلام احمد قادیانی کے جانثار صحابی اور امیر جماعت احمدیہ لاہور (یعنی محمد علی ایم۔اے) کے الفاظ ہیں۔

(مجلہ ریویو آف ریلیجنز قادیان جناب مرزا صاحب نے ۱۹۰۱ء میں جاری کیا تھا اور مسٹر محمد علی کو اس کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا تھا۔)

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا صاحب اس عالم مکر و فریب سے رخصت ہوئے تو چونکہ ان کے بہت سے الہامی خواب تشنہ تعبیر تھے۔ بہت سے دعوے محض دعوے تھے بہت سے مقاصد نامکمل تھے۔ اور آج ایک صدی بعد بھی اس صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی) اس لئے قادیانی امت کو جواب دہی کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ مرزا صاحب کی وفات کے بعد جون، جولائی ۱۹۰۸ء کا ریویو نکلا تو اس کے بیشتر مضامین اس جواب دہی پر مشتمل تھے حکیم نوردین صاحب، حکیم محمد احسن امروہوی اور مولوی محمد علی صاحب نے اپنے اپنے رنگ میں مرزا صاحب کی قبل از وقت وفات پر تبصرہ کیا اور ان اعتراضات کو اٹھانے کی کوشش کی جو مرزا صاحب کی وفات سے ان کی ذات پر وارد ہو سکتے تھے۔

مندرجہ بالا اقتباس ریویو کے اسی شمارے میں مندرج مولوی محمد علی ایم۔اے کے مضمون سے ماخوذ ہے جسکا عنوان ہے "حضرت مسیح موعود کے وصال پر چند مختصر نوٹ۔" (دیکھیے جلد ۷ ص ۲۸۴)

مسٹر محمد علی صاحب نے مرزا صاحب کی صداقت یا غیر صداقت پرکھنے کا جو آسان راستہ بتایا ہے۔ آج ہم اسی پر چند قدم چل کر مرزا صاحب کی صداقت کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ روایت بھی پیش نظر رکھنی چاہیئے جو صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے نے سیرۃ المہدی میں درج کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ ایک بار مسٹر محمد علی صاحب کا مرزا صاحب کے مقدس خسر جناب میر ناصر نواب صاحب سے کچھ اختلاف ہوا تو میر صاحب نے حضرت صاحب سے شکایت کی مسٹر محمد علی صاحب نے اس شکایت پر مرزا صاحب سے مئودبانہ احتجاج کیا تو مرزا صاحب نے فرمایا کہ میر صاحب نے کچھ کہا تو تھا مگر میں اپنے خیال میں ایسا مستغرق تھا کہ مجھے کچھ خبر نہیں کہ انہوں نے کیا کہا تھا۔ اسی سلسلہ میں مزید فرمایا۔

"چند دن سے ایک خیال میرے دماغ میں اس زور کے ساتھ پیدا ہو رہا ہے کہ اس نے دوسری باتوں سے مجھے بالکل محو کر دیا ہے، بس ہر وقت اٹھتے بیٹھتے وہی خیال میرے سامنے رہتا ہے۔ میں باہر لوگوں میں بیٹھا ہوتا ہوں اور کوئی شخص مجھ سے کوئی بات کرتا ہے تو اس وقت بھی میرے دماغ میں یہی خیال لگا رہا ہوتا ہے۔ وہ شخص سمجھتا ہوگا کہ میں اس کی بات سن رہا ہوں۔ مگر میں اپنے اس خیال میں محو ہوتا ہوں۔ جب میں گھر جاتا ہوں تو وہاں بھی وہی خیال میرے ساتھ ہوتا ہے۔ غرض ان دنوں یہ خیال اس زور کے ساتھ میرے دماغ پر غلبہ پائے ہوئے ہے کہ کسی اور خیال کی گنجائش نہیں رہی وہ خیال کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جاوے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان لائے اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح و تقویٰ کے راستہ پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعے دنیا ہدایت پاوے اور خدا کا منشا پورا ہو۔

پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پالیا۔ اور اس کو پوری زیر بھی کر لیا تو پھر بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں کیونکہ اگر ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی۔ تو گویا ہمارا سارا کام رائیگاں گیا"۔

(سیرۃ المہدی ۲۵۴ ج ۲)

مرزا صاحب کا یہ ارشاد کسی تشریح کا محتاج نہیں انکی بعثت کی اصل غرض ایک ایسی جماعت تیار کرنا تھی جو بقول ان کے ایمان و یقین، زہد و تقویٰ اخلاص و للہیت اور اخلاق و اعمال کا بلند ترین نمونہ ہو۔ انکی یہ غرض اگر پوری نہ ہو۔ تو اگر بالفرض وہ ساری دنیا کو بھی زیر کر لیں تب بھی یہ سمجھنا چاہیئے کہ ان کا سارا کام۔ ان کی کوشش بے سود اور ان کے سارے دعاوی فریب تھے۔

اب صرف یہ دیکھنا باقی رہا کہ کیا مرزا صاحب ایسی جماعت تیار کر کے اپنی بعثت کی اصل غرض کی تکمیل کر گئے یا نہیں اس نکتہ پر غور کرنے کے لئے ہم قادیانی جماعت کی تاریخ کو تین ادوار پر تقسیم کرتے ہیں۔ جنہیں قادیانی امت کے خیر القرون کہنا چاہیئے۔

پہلا دور۔ جناب مرزا صاحب کی زندگی میں جماعت کی حالت۔

دوسرا دور۔ حکیم نوردین کے زمانہ میں جماعت کا نقشہ۔

تیسرا دور۔ حکیم صاحب کے بعد جماعت کی کیفیت۔

دور اول قادیانی جماعت مرزا غلام احمد کی زندگی میں

مرزا غلام احمد قادیانی نے تقریباً ۱۸۸۰ء میں ملہم مجدد اور مامور من اللہ کی حیثیت میں اپنی دعوت و دعاوی کا آغاز کیا اور مختلف اعلانات و اشتہارات کے ذریعہ خلق خدا کو قادیان آنے کی دعوت دی اور ۱۸۸۸ء میں باقاعدہ اخذ بیعت کا اور تعلیم و تلقین کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے دو برس بعد ۱۸۹۰ء میں انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔

دعویٰ مسیحیت کے تین سال بعد ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب نے اپنی جماعت کے اخلاق کی جو رپورٹ قلمبند کی۔ وہ انکی کتاب "شہادت القرآن" کے آخر میں ملحقہ "اشتہار التوائے جلسہ" میں محفوظ ہے اس کے چند فقرے یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ ان سے مرزا صاحب کی تیرہ سالہ محنت کی" شاندار کامیابی" کا اندازہ آسانی سے ہو سکے گا۔

بدخوئی و کج خلقی

مرزا صاحب لکھتے ہیں ہم افسوس کے ساتھ لکھتے ہیں کہ چند ایسے وجوہ ہم کو پیش آئے جنہوں نے ہدری کرانے کو اس طرف مائل کیا کہ اب کی دفعہ اس جلسہ کو ملتوی رکھا جائے اور چونکہ بعض لوگ تعجب کریں گے کہ اس التوا کا موجب کیا ہے۔ لہذا بطور اختصار کسی قدر ان وجوہ میں سے لکھا جاتا ہے۔

"اول یہ کہ اس جلسہ سے مدعا اور مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر پیدا کرلیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو۔

اور وہ زہد و تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لیے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔۔۔ لیکن اس پہلے جلسے کے بعد ایسا اثر نہیں دیکھا گیا بلکہ خاص جلسہ کے دنوں میں ہی بعض کی شکایت سنی گئی کہ وہ اپنے بعض

بھائیوں کی بدخوئی سے شاکی ہیں اور بعض اس مجمع کثیر میں اپنے اپنے آرام کے لئے دوسرے لوگوں سے کج خلقی ظاہر کرتے ہیں گویا وہ مجمع ہی ان کے لئے موجب ابتلا ہو گیا۔ اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ جلسہ کے بعد کوئی بہت عمدہ اور نیک اثر اب تک جماعت کے بعض لوگوں میں ظاہر نہیں ہوا۔ اور اس تجربہ کے لئے یہ تقریب پیش آئی کہ ان دنوں سے آج تک ایک جماعت کثیر مہمانوں کی اس عاجز کے پاس بطور جاول رہتی ہے یعنی بعض آتے ہیں اور بعض جاتے ہیں اور بعض وقت یہ جماعت سو سو مہمان تک پہنچ گئی ہے اور بعض وقت اس سے کم لیکن اس اجتماع میں بعض دفعہ باعث تنگی مکانات اور قلت وسائل مہمانداری ایسے نالائق رنجش اور خود غرضی کی سخت گفتگو بعض دفعہ مہمانوں میں باہم ہوتی دیکھی ہے کہ جیسے ریل میں بیٹھنے والے تنگی مکان کی وجہ سے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں.... سو ایسا ہی یہ اجتماع بھی بعض اخلاقی حالتوں کے بگاڑنے کا ایک ذریعہ معلوم ہوتا ہے"۔

چال چلن اور اخلاق

"اور جب تک یہ معلوم نہ ہو اور تجربہ شہادت نہ دے کہ اس جلسہ سے دینی فائدہ یہ ہے اور لوگوں کے چال چلن اور اخلاق پر اس کا اثر یہ ہے تب تک ایسا جلسہ صرف فضول ہی نہیں بلکہ اس علم کے بعد کہ اس اجتماع سے نتائج نیک پیدا نہیں ہوتے ایک معصیت اور طریق ضلالت اور بدعت شنیعہ ہے"۔

بھیڑیوں کی طرح

"اور اخی مکرم حضرت مولوی نور الدین صاحب سلمہ تعالیٰ بار ہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے اسلام علیکم نہیں کر سکتے چنانچہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں"۔

سفلہ 'خود غرض 'گالیاں اور نفسانی بحثیں

"اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ ادنیٰ خود غرضی کی بناء پر لڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے دست بد امن ہوتے ہیں' اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے' بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں"۔

نفسانی لالچوں پر

"اگرچہ نجیب اور سعید بھی ہماری جماعت میں بہت بلکہ یقیناً" دو سو سے زیادہ ہی ہیں.... لیکن میں اس وقت کج دل لوگوں کا ذکر کرتا ہوں اور میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا یہ کیا حال ہے؟ یہ کونسی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے؟ نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرتے جاتے' ہیں؟ اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا ہے؟

ایسی بے تہذیبی

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے.... مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اسکی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اس کو اٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اٹھتا تو چارپائی کو الٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گراتا ہے۔ پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور وہ اس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے"۔

ان سے درندے اچھے

"یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں تب دل کباب ہوتا جاتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر میں درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہے"۔

میں تھک گیا

"میں کہتے کہتے ان باتوں کو تھک گیا ہوں کہ اگر تمہاری یہی حالتیں ہیں تو پھر تم میں اور غیروں میں فرق ہی کیا ہے؟ لیکن یہ دل کچھ ایسے ہیں کہ توجہ نہیں کرتے اور ان آنکھوں سے مجھے بینائی کی توقع نہیں لیکن اگر خدا چاہے اور میں ایسے لوگوں سے اس دنیا اور آخرت میں بیزار ہوں اگر میں صرف اکیلا کسی جنگل میں ہوتا تو میرے لئے ایسے لوگوں کی رفاقت سے بہتر تھا"۔

شوق پورا نہ ہوا

میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ بھی دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ایک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آتیں"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحات ۳۳۹ تا ۳۴۳)

یہ مرزا صاحب کی تیرہ سالہ محنت سے تیار کردہ جماعت کا عمومی نقشہ تھا جو خود مرزا صاحب کے قلم نے مرتب کیا اس کے ملاحظہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تیرہ برس تک مرزا صاحب کے دم عیسوی کی تاثیر نے ان کے ہاتھ پر توبہ نصوح کرنے والوں میں کیا تبدیلی پیدا کی؟ اب مرزا صاحب کے آخری الفاظ کی شہادت ملاحظہ فرمایئے براہین احمدیہ حصہ پنجم ان کی تصنیف ہے جس سے فارغ ہونے کے چند دن بعد ان کا انتقال ہو گیا اور کتاب ان کی وفات کے بعد چھپ سکی اس میں مرزا صاحب نے اپنی جماعت کے بارے میں جو رائے ظاہر فرمائی ہے وہ انہی کے الفاظ میں ہے۔

جیسے کتا مردار کی طرف

بیعت کے معنی بیچ دینے کے ہیں پس جو شخص اپنی جان اور مال اور آبرو کو اس راہ میں بیچتا نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ خدا کے نزدیک بیعت میں داخل نہیں' بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ظاہر بیعت کرنے والے بہت ایسے ہیں کہ نیک ظنی کا مادہ بھی ہنوز ان میں کامل نہیں اور ایک کمزور بچے کی طرح ہر ایک ابتلا کے وقت ٹھوکر کھاتے ہیں' اور بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتا مردار کی طرف پس میں کیونکر کہوں کہ وہ حقیقی طور پر بیعت میں داخل ہیں مجھے وقتاً" فوقتاً" ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے مگر اذن نہیں دیا جاتا کہ ان کو مطلع کروں کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے پس مقام خوف ہے۔

(ص ۸۷)

گویا قادیانی جماعت میں اخلاق عالیہ تو کیا پیدا ہوتے بقول مرزا صاحب کے ان میں نیک ظنی کا مادہ بھی ان کی وفات تک کامل نہ ہوا.... بلکہ وہ بدظنی کی طرف اسطرح دوڑتے ہیں جیسے کتا مردار کی طرف....

جناب مرزا صاحب نے اپنی جماعت کی بدگمانی اور بدظنی کے جس مرض کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا تعلق خود مرزا صاحب کی ذات سے تھا۔ قادیانی جماعت کے بہت سے افراد کو مرزا صاحب سے شکایت تھی کہ وہ قومی روپے میں سراف کرتے ہیں اور جو سرمایہ چندوں کی شکل میں جماعت کے خون پسینہ کی کمائی سے تبلیغ اسلام کے لئے جمع کیا جاتا ہے اسے مرزا صاحب ذاتی تعیش میں صرف کرتے ہیں مرزا صاحب کی جانب سے اس شکایت کا جواب یہ تھا نہیں جو کچھ ملتا ہے خدا کی طرف سے ملتا ہے لہٰذا کوئی شخص اس کے مصارف پر حرف گیری کا مجاز نہیں' البتہ جن لوگوں کو ان پر اعتماد نہیں وہ آئندہ چندہ بند کر دیں (اور گزشتہ راصلوات کہیں) آپ ایک شخص کے خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"میری نسبت آپ..... کی جماعت کی طرف سے یہ پیغام بھیجا تھا کہ روپے کے خرچ میں بہت اسراف ہوتا ہے آپ اپنے پاس روپے جمع نہ رکھیں اور یہ روپے ایک کمیٹی کے سپرد ہوں جو حسب ضرورت خرچ کیا کریں اور یہ بھی ذکر تھا کہ اس روپے میں پانچ کے چند خدمت گار بھی روٹیاں کھاتے ہیں اور ایسا ہی اور کئی قسم کے اسراف کی طرف

باقی صفحہ ۲۳ پر

ماسٹر محمد سلیم راہی' ڈسکہ

ڈسکہ کے ایک گمنام اور لاپتہ قادیانی کے نام کھلا خط

مرزا طاہر کو مباہلہ کا چیلنج۔ آؤ سچائی پرکھ لیں

یہ بات عیاں ہے دنیا پر
ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
یا بزم جہاں مہکائیں گے
یا خون میں نہا جائیں گے

محترم پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے میرے مضمون کو بغور پڑھا ہی نہیں۔ اگر آپ غور فرماتے تو آپ کو علم ہو جاتا کہ میں نے بڑے واضح انداز میں لکھا تھا کہ میں بحث' مناظرہ یا مباہلہ مرزا طاہر سے نچلی سطح پر نہیں کروں گا۔ مگر آپ نے خواہ مخواہ درمیان میں ٹانگ اڑا لی۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے اپنا نام پتہ بھی نہیں لکھا۔ اگر آپ اپنا ایڈریس دیتے تو یقیناً ڈسکہ کی سطح پر ہی آپ کے اعتراضات کا جواب دے کر آپ کی خواہش کی تکمیل کر دی جاتی۔ بہرحال یہ بات آپ ذہن میں رکھ لیں کہ آئندہ میں آپ سے اس سلسلہ میں ذاتی طور پر ختم نبوت کے کالموں کے ذریعے بحث وغیرہ نہیں کروں گا۔ اگر بحث کا شوق ہے تو ڈسکہ کی سطح پر کسی بھی روز بندوبست کر لیں۔ میرے اکابرین ہر وقت آپ سے بحث و مناظرہ کے لئے تیار ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ آپ نے لفظ "رفع" کے متعلق چیلنج دیا تھا اور محترم کے بقول کسی غیر احمدی نے یہ چیلنج قبول نہیں کیا۔ آپ کا چیلنج سر آنکھوں پر۔ مگر پہلے میرے سابقہ مضمون کی بنیاد پر فیصلہ ہو لے پھر آپ کا یہ شوق بھی پورا کر دیا جائے گا۔ ابھی میں مباہلہ کا چیلنج نہ دیتا مگر آپ کی جیالا پنی' تبلیغی شوق اور دھمکیوں نے مجبور کیا کہ میں یہ جواب جلد از جلد مرتب کروں۔ لہٰذا اب مجھے دھمکیاں دینے کی بجائے اور قتل کے منصوبوں کی بجائے مرزا طاہر کو مباہلے کے لئے تیار کریں۔ میدان میں آئیں اور سچائی کو پرکھ لیں۔ اب بھی وقت ہے توبہ کر لیں۔ ابھی توبہ کے دروازے بند نہیں ہوئے۔ محترم میں نے تین نکات پیش کئے تھے۔

۱۔ آیا مرزا غلام احمد قادیانی خدا کا سچا رسول تھا؟
۲۔ قادیانی نبی پر وحی بذریعہ جبرئیل آتی تھی؟
۳۔ حضرت عیسیٰؑ کو زندہ آسمانوں پر نہیں اٹھایا گیا؟

آپ نے ان تین باتوں کے بجائے پورا زور قلم کسی اور موضوع پر صرف کر دیا ہے۔ آپ نے ان باتوں پر زیادہ بحث کی ہے جو کہ پہلے ہی جھوٹی ثابت ہو چکی ہیں اور مرزا صاحب کی اپنی زبان سے ہی مرزا کی تکذیب کرتی ہیں۔ بہرحال آپ نے جو اعتراضات بنا کر جواب دیا ہے۔ میں ان کی طرف آتا ہوں۔ آپ نے اپنے خط میں بعد از علیک سلیک لکھا ہے کہ اگرچہ "آپ کی گندہ دہانی بسا اوقات اشتعال دلاتی رہی مگر ہر موقع پر میرے آقا حضرت مسیح (مرزا) کی نصیحت "گالیاں سن کر دعا دو پاکے دکھ آرام دو" میرے پیش نظر رہی۔

محترم آپ کو میری گندہ دہانی تو نظر آگئی مگر آپ کے آباؤ اجداد کی گندہ دہانی پر آپ کی نظر نہ گئی۔ لیجئے محترم اپنے نبی اور پیشواؤں کی شائستہ اور مہذب زبان کے صرف چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔ اگر یہ شستہ زبان آپ کے بزرگوں کی ہی ہوئی تو آئندہ خواہ مخواہ سر کھونسنے کی کوشش نہ کریں اور مجھے تو آپ نے ہر جگہ لکھا ہے "یہ کہاں کا انصاف ہے؟"

لیجئے اب خود ہی انصاف کر لیں۔ ضمیر بھی آپ کا' انصاف بھی آپ کا' عدالت بھی آپ کی اور زبان بھی آپ کے بزرگوں کی۔ گالیوں کے جواب میں آپ کے نبی کی طرف سے جو دعائیں دی گئی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

○۔ "مرزا صاحب ان تمام لوگوں کو جو انہیں نبی تسلیم نہ کریں اور ان کی دعوت قبول نہ فرمائیں انہیں حرامی فرماتے ہیں۔" (آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۸/۵۴۵)

○۔۔ "تمام مسلمان مجھے قبول کرتے ہیں اور میری دعوت کی تصدیق کرتے ہیں مگر کنجریوں کی (رنڈیوں کی) اولاد نے مجھے نہیں مانا۔"

○۔۔ مولوی سعد اللہ صاحب کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں (انجام آتھم ص۲۸۲) یخباثت خود ایذا واری پس من صادق نیسم اگر تو اے نسل بدکاراں بذلت نہ میری۔"

○۔۔ مزید گوہر افشانی کی "سعد اللہ حرام زادہ ہے۔"
(اخبار الفضل ۲۲ جولائی ۱۹۴۳ء)

محترم آپ کے نبی محترم کی ایسی بہت سی مہذب باتیں ہیں مگر مضمون کی طوالت کے پیش نظر اتنے بلند اخلاق نبی کی زبان مبارکہ سے نکلی ہوئی چند باتیں مزید پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ مرزا صاحب نجم الہدیٰ ص۱۰ پر رقمطراز ہیں۔

ان العدا صار و اخنا زیر الفلا۔ و نساء ھم من دونھن اکلب۔

"میرے دشمن جنگلوں کے سور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بد تر ہیں۔"

○۔۔ علمائے کرام کی توہین کرتے ہوئے تمام علماء کو لکھتا ہے۔ "اے مردار خور مولویو اور گندی روحو۔"
(ص۲۱ ضمیمہ انجام آتھم)

○۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے متعلق لکھا۔

"مجھے (مرزا) ایک کتاب کذاب (پیر صاحب) کی طرف سے پہنچی ہے۔ وہ خبیث کتاب اور بچھو کی طرح نیش زن ہے پس میں نے کہا اے گولڑہ کی زمین تجھ پر لعنت تو ملعون (پیر صاحب) کے سبب سے ملعون ہو گئی۔ پس تو قیامت کو ہلاکت میں پڑے گی۔" (اعجاز احمدی ص۷۵)

نزول المسیح ص۶۳ پر لکھتا ہے۔

"لومڑی کی طرح بھاگتا پھرتا ہے..... جاہل بے حیا۔"

اہلحدیث رہنما مولانا محمد حسین صاحب بٹالویؒ کے متعلق ارشاد گرامی ہے۔

"کذاب' متکبر' سر راہ گمراہان' جاہل' شیخ احمقان' عقل کا دشمن' بدبخت' طالع' منحوس' لاف زن' شیطان' گمراہ شیخ' مفتری۔" (انجام آتھم ص۲۴۱-۲۴۳)

○۔۔ مولانا نذیر حسین صاحب دہلویؒ کے متعلق لکھا کہ۔

"وہ لاف زنوں کا رئیس ہے۔" (انجام آتھم ص۲۵۱)

○۔۔ شیعہ رہنما مولانا علی حائری کے متعلق اعجاز احمدی میں ص۴۷ پر رقمطراز ہے۔

"سب سے جاہل تر ہے۔"

○۔۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کو اعجاز احمدی ص۸۳ پر "عورتوں کی عار" کہا۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے متعلق ارشاد ہے۔

"اندھا شیطان' گمراہ دیو' شقی' ملعون۔"
(انجام آتھم ص۲۵۲)

ماشاء اللہ! سبحان اللہ! زبان نبوت سے کیسی کیسی شائستہ زبان کا اظہار ہوا ہے۔ محترم میرا خیال ہے کہ ایسے بلند اخلاق نبی کے متعلق میرے ریمارکس اور بقول آپ کے میری گندہ دہانی سے آپ کو کوئی شکوہ نہیں ہونا چاہئے اخلاق عالیہ کے یہ حسین نمونے آپ کے پیارے اور ولایتی نبی کی اپنی تحریروں سے پیش کئے گئے ہیں۔ جس نبی کے زبان و اخلاق اتنا عالی شان ہو گا۔ اس کی نبوت کی بلندی کا اندازہ کرنا تو ویسے ہی محال ہے۔ جناب من! میرے پیارے نبی عربی ﷺ کی حیات طیبہ سے ایسی ایک ہی مثال پیش

کروں۔ بہرحال عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے۔ آپ کے نبی اور انگریز کے خود کاشتہ پودے کی شان میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

خیال زاغ کو بلبل سے برتری کا ہے
غلام زادے کو دعویٰ پیغمبری کا ہے

اب جناب کے جوابات جو آپ نے روانہ فرمائے ہیں' ان کی مختصر وضاحت کروں گا۔

ا۔ "ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔" کا جواب آپ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ اس کے ایک معنی یہ ہیں کہ ہمیں قبل از موت مکی فتح نصیب ہوگی جو دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ہم کو قبل از موت مکی فتح نصیب ہوگی کہ خود بخود لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہوجائیں گے۔ آپ نے تو سوال گندم جواب چنا والی بات کی ہے۔

سوال نمبر۲ کے جواب میں "مکہ' مدینہ اور قادیان۔" قرآن شریف میں تینوں کا نام اعزاز کے ساتھ درج ہے کہ جواب میں آپ نے لکھا ہے "آپ کو معلوم ہونا چاہئے یہ ایک کشفی حالت کا ایک واقعہ ہے۔" جناب والا یہ کیسے ممکن ہے کہ دو شہروں کا نام تو بڑا صریح اور واضح ہو مگر تیسرا کشفی حالت میں اور باطنی میں چلا جائے۔ قادیانیت کا یہ وطیرہ ہے کہ جب بھی کوئی ایسی بات سامنے آجائے جس کا جواب دینا ان کے بس کی بات نہ ہو اسے مرزا صاحب کے کشف اور الہام پر فٹ کردیتے ہیں۔ پھر اس پر بڑی ڈھٹائی سے ڈٹے رہتے ہیں۔ حالانکہ صریح احکامات میں متشابہات کا سہارا نہیں لیا جاتا۔ باقی رہ گئیں آپ کی دلیلیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ یا تو آپ نے جان بوجھ کر حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ یا آپ کا اس معاملہ میں علم ہی بڑا سطحی سا ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بحالت کشف سونے کے کنگن اپنے ہاتھوں میں دیکھے تو کیا واقعی ظاہر میں آپؐ نے سونا پہن لیا تھا؟ محترم آپ نے جو تینوں دلیلیں یہاں پیش کی ہیں ان کا بھی اس سوال سے تعلق نہ تھا۔ محض بحث برائے بحث اور بات چلانے کی خاطر آپ نے دائیں بائیں سے مثالیں پیش کرنے کی ناکام سعی کی ہے۔ محترم پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کی کشفی حالت نہ تھی بلکہ خواب تھا۔ خواب اور کشف میں زمین و آسمان کا فرق ہے' اسی بات سے آپ کی علمی وسعت نظر کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔

محترم حضور اکرم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ نے دو کنگن سونے کے پہنے ہوئے ہیں۔ آپ نے صرف اسی کو کشف بنالیا ہے۔ باقی بات کہتے ہوئے آپ کے قلم نے شرم محسوس کی ہے۔ وہ بھی سن لیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے وہ کنگن انتہائی برے لگے فرمایا میں نے انہیں پھونک ماری وہ دونوں غائب ہوگئے۔ صحابہؓ نے تعبیر پوچھی تو فرمایا عنقریب دو جھوٹے نبی آئیں گے اور جلد ہی اپنے انجام بد کو پہنچ جائیں گے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا اور ذلیل و رسوا ہوئے۔

دوسری روایت بھی سن لیں ممکن ہے اللہ آپ کو اور آپ کی جماعت کو ہدایت نصیب فرمادے۔ محترم حضور اکرم ﷺ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت فرمارہے تھے تو قریش کے سرداروں نے آپ ﷺ کی گرفتاری کے لئے بہت زیادہ انعام و اکرام مقرر کیا۔ ابوجہل نے بھی ایک سو اونٹ مقرر کئے۔ اس کے انعام کے اعلان کے بعد بے شمار لوگ حضور ﷺ کو پکڑنے کے لئے روانہ ہوئے۔ ان میں سراقہ بن مالک بھی تھا۔ ایک دن سراقہ بن مالک نے دور سے دو آدمیوں کو جاتے ہوئے دیکھا۔ سراقہ نے ان کا تعاقب کیا۔ جب وہ قریب پہنچا تو گھوڑے کو ٹھوکر لگی۔ سراقہ نیچے گر پڑا۔ اس نے فوراً فال لی۔ فال میں تعاقب کرنا خطرے سے خالی نظر نہ آیا۔ مگر دولت اور انعام کے لالچ میں دوبارہ تعاقب کیا۔ نزدیک پہنچا تو پھر گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ کو یقین ہوگیا کہ محمد ﷺ خدا کے سچے نبی ہیں۔ سراقہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آواز دی اور ٹھہرنے کی درخواست دی۔ حضور ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے۔ سراقہ نے دست بستہ عرض کی۔ حضور ﷺ مجھے یقین ہے کہ ایک دن آئے گا جب آپ پورے عرب پر حکمران ہوں گے تو آپ ﷺ مجھے اب اس وقت کے لئے امان لکھ دیں حضور ﷺ نے سراقہ کو امان لکھ دی اور فرمایا سراقہ میں تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔ قصہ مختصر وقت گزرتا رہا۔ وصال نبوی ﷺ ہوگیا۔ خلافت صدیقؓ کے بعد دور فاروقؓ آگیا۔ معترض الفاظ غور سے پڑھنا۔ ایمان کی تازگی کا واقعہ ہے۔ اور اس نظریہ سے پڑھنا کہ بات درست ہوئی تو توبہ کرلینا اور میرے نبی ﷺ کی صداقت کی گواہی دے دینا اور دوسری تمام چیزوں سے چھٹکارا پالینا۔ دور فاروقؓ آگیا ایک دن سراقہ بیمار پڑ گئے۔ بیماری کی شدت بڑھ گئی۔ رقت طاری ہوگئی۔ آنکھوں میں آنسو آگئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کی تیمار داری کے لئے گئے انہیں انتہائی پر ملول پایا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خیال آیا شاید موت کے غم میں اتنے غمگین ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے سراقہ غمگین ہونے کی ضرورت نہیں جو زندہ ہے اسے بہرحال مرنا ہے۔ ایسی باتیں سن کر سراقہ فوراً شدت جذبات سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے عمرؓ خدا کی قسم سراقہ ابھی مر نہیں سکتا۔ ابھی تو مجھے کسریٰ کے کنگن پہننے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ساری پیشن گوئی بتائی اور کہا خدا کی قسم محمد عربی ﷺ کی بات غلط نہیں ہوسکتی۔ سبحان اللہ یہ تھی ایمان کی تازگی اور پختگی۔ وقت گزرتا گیا۔ مسلمان قوم نے قیصرو کسریٰ کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ مسلمانوں نے دنیا کی عظیم سلطنتوں پر فتح پائی۔ عرب و عجم مسلمانوں کے زیر نگیں ہوگیا۔ فارس کے مال غنیمت میں سونے کے کنگن آئے۔ مال غنیمت تقسیم ہونے لگا۔ فاروق اعظمؓ نے کنگن دیکھے تو فرمایا این سراقہ؟ (سراقہ کہاں ہے؟) سراقہؓ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر کہا لبیک یا امیر المومنینؓ۔ فاروق اعظمؓ نے کہا۔ سراقہ ہاتھ آگے کرو۔ اور یوں وہ کنگن سراقہ کو پہنائے گئے۔ سراقہ نے حضور ﷺ کی پیشن گوئی کو سب لوگوں کے سامنے بیان کیا اور پھر کنگن اتار کر کہا سراقہؓ کو علم ہے کہ سونا پہننا میرے نبی ﷺ نے مردوں کے لئے ممنوع فرمایا ہے۔ سراقہؓ نے صرف نبی آخر الزمان ﷺ کی پیشن گوئی کے مطابق کنگن پہنے اور پھر کنگن اتار کر بیت المال کو دے دیئے۔ محترم مسئلہ کلیئر ہوگیا۔ میرے نبی ﷺ کی پیشن گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ ایک جز بھی خلاف بیان نہیں ہوا۔ اس لئے کہ نبی کی پیشن گوئی ہمیشہ سچی ہوتی ہے۔ نبی کی زبان سے جو نکلتا ہے وہ سچ ہوتا ہے وہ ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ نبی کی پیشن گوئی اندازہ نہیں وحی ہوتی ہے۔ اس لئے غلط نہیں ہوتی اور جس کی پیشن گوئی غلط ہوتی ہے وہ نبی نہیں ہوتا۔ وہ قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ وہ کذاب ہوتا ہے بلکہ کذاب اعظم ہوتا ہے۔ بلکہ آپ کے ولایتی نبی کے مطابق جو ایک بات میں جھوٹا ثابت ہوجائے اس کی باقی کوئی بات بھی قابل اعتبار نہیں۔ آیئے پیشن گوئیوں کی کسوٹی پر ہی آپ کے گمان کے مطابق نبی مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی پرکھتے ہیں۔ محترم آپ کے مزعومہ نبی بھی آئے روز پیشن گوئیاں کیا کرتے تھے۔ مگر پوری ایک بھی نہ ہوئی اور مرزا صاحب کو خفت اٹھانا پڑی۔ تاویلیں کرنا پڑیں۔ مسئلہ واضح ہوگیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نبی نہ تھا۔ اس نے صرف نبوت پر ڈاکا ڈالا تھا۔ مرزا صاحب اگر ولی ہونے کا دعویٰ کرتے' کوئی بزرگ ہونے کا دعویٰ کرتے' مجدد ہونے کا دعویٰ کرتے تو شاید امت مسلمہ مان لیتی مگر نبی ہونا کیسے مان لیتی جبکہ میرے پیغمبر ﷺ کا واضح فرمان موجود ہے کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ بن خطاب ہوتا اور میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" بات دور چلی جائے گی میں مرزا صاحب کی دو چار پیشن گوئیاں ذکر کرکے بات ختم کردوں گا۔ اگر مرزا صاحب کی ساری پیشن گوئیاں' ان کا تجزیہ اور پھر انجام لکھنے بیٹھوں تو ختم نبوت کے کئی شمارے درکار ہوں گے۔ صرف مختصر عرض کروں گا۔

○۔ مرزا صاحب نے ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار دیا اس وقت مرزا صاحب کی بیوی حاملہ تھی مرزا صاحب نے پیش گوئی کی کہ اس حمل میں لڑکا پیدا ہوگا۔ لیکن افسوس اس حمل سے لڑکی پیدا ہوئی اور مرزا صاحب کی پیش گوئی بفضل خدا غلط ثابت ہوئی اور مرزا صاحب کف افسوس ملتے رہ گئے۔

○۔ ازالہ اوہام ص ۳۹۶ پر محمدی بیگم سے نکاح کی پیش گوئی

کی۔ ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا۔ کبھی یہ تاویل پیش کی گئی کہ آسمانوں پر محمدی بیگم سے نکاح طے ہوگیا ہے اور کبھی کچھ اپنی ہی کتابیں پڑھ لو کیا کیا تدابیر کی گئیں۔ محمدی بیگم سے نکاح کے لئے کیا کیا حربے استعمال کئے گئے مگر نکاح کہاں گیا۔ قادیانیو ذرا سوچو تو صحیح کسی عورت کا نکاح اسکی سرزمین پر دو آدمیوں کے روبرو پڑھا جائے تو ٹوٹ نہیں سکتا۔ آسمانوں پر پڑھا ہوا نکاح کیسے ٹوٹ گیا۔ اور بعد ازاں محمدی بیگم کا نکاح سلطان احمد سے کیسے ہوگیا۔ مقام غور ہے کہ نبی کی بیوی کا نکاح غیر سے کیسے ہوگیا۔ ویسے بھی محمدیؐ میں نبی کی بیوی کو بہت زیادہ تحفظ حاصل ہے۔ اسے امت کی ماں جیسے لقب سے نوازا گیا ہے۔ مرزا صاحب کی یہ معرکتہ الآراء پیشن گوئی بھی غلط ثابت ہوئی۔ ویسے محترم جہاں تک میرا خیال ہے یا میرا علم ہے مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک بھی پیشن گوئی سچ ثابت نہیں ہوئی اور اگر کبھی ایک آدھ تکا لگ بھی گیا ہو تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ ایک آدھ پیشن گوئی تو مجھ اور آپ جیسے گنہگار کی بھی ٹھیک ہوجاتی ہے۔ اس بات کے ثبوت میں کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

میرے ایک سوال کے جواب میں "میں خدا کی راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اس کے نوروں میں سے آخری نور ہوں" کے متعلق آپ نے جو حدیث پیش کی ہے اس میں حدیث کے فقرات خصوصاً" آخری حصہ کہاں سے لیا ہے۔ حدیث مفصل پیش کریں۔ محترم آپ کی ساری باتیں اور بحث تسلیم کرلوں گا اگر آپ وہ آیت بطور حوالہ پیش کردیں جس کے متعلق آپ نے یوں لکھا ہے کہ "قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ آپ نے آیت پیش نہیں کی بلکہ لکھا ہے کہ جس کا ترجمہ یہ ہے "آخری زمانہ میں نبی کریمؐ کا مثل بھیجوں گا" محترم جس قرآن کی یہ آیت ہے وہ قرآن اور ساتھ ہی یہ آیت پیش کردو۔ میرا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ صریح الفاظ میں فرمادیا ہے وہ درست ہے۔ اگر آپ یہ آیت پیش کردیتے ہیں تو پھر میرے پاس آپ کے والیٔ نبی کو جھٹلانے کا جواز کمزور پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ میں کم از کم قرآن کو جھٹلانے کی جسارت نہیں کرسکتا۔ راقم الحروف الحمدللہ روزانہ صبح و شام درس قرآن اور ترجمہ قرآن کی محافل میں بیٹھتا ہے لیکن ابھی تک مذکورہ بالا آیت نظر سے نہیں گزری۔ مہربانی فرماکر آیت' پارہ نمبر اور رکوع ضرور تحریر فرمادیں۔ قادیانیت ہی قرآن کریم کی صریح آیات کا انکار کرسکتی ہے ہم میں اتنی سکت نہیں۔ مجھے یقین واثق ہے کہ آپ ایسی آیت پیش نہیں کرسکیں گے۔

میرا یہ اعتراض کہ "قادیانی نبی نے حضرت عیسیٰؑ کی توہین کی ہے۔" اس کے جواب میں جناب نے اپنی پوری کوشش اس بات پر صرف کردی ہے کہ جس یسوع کو انہوں نے بے عزت کیا ہے وہ قرآن کریم والا عیسیٰؑ نہیں بلکہ وہ عیسائیوں کے پیش کردہ یسوع ہیں جو کہ زانی اور شرابی اور بدکار تھے۔ اس سلسلہ میں جناب نے بے شمار حوالے اپنی کتاب اور عیسائیوں کی کتابوں سے نقل کرکے بھیجے ہیں۔ میں صرف ایک بات کہہ کر اس سوال پر بھی بحث سمیٹ لیتا ہوں۔ موصوف آپ نے ہر جگہ مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ لفظ یسوع حضرت عیسیٰؑ کے لئے نہیں بلکہ فرضی عیسیٰؑ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اگر میں تمہارا یہ استدلال تسلیم بھی کرلوں تو پھر مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑے گا کہ آپ نے بذات خود اپنی کتب کا مطالعہ بھی بنظر غائر نہیں کیا اور خود میاں نصیحت اور دوسری کو نصیحت والی بات پر عمل پیرا ہیں۔ مجھے تو عالم بننے کا مشورہ دیتے ہیں اور خود اپنے مذہب کی کتب بھی غور سے نہیں پڑھتے۔ آپ کی تحریر کردہ کشتی نوح جس کا میں نے حوالہ پیش کیا ہے اس پر واضح طور پر لفظ "عیسیٰؑ" درج ہے۔ اگر عیسیٰؑ لکھا ہے تو بتائیں عیسیٰؑ قرآن والے ہوئے یا نہ۔ عبارت دوبارہ مستحضر کرلیں۔

"یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰؑ شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔"

(کشتی نوح)

جناب من! آپ نے اپنے جواب میں بار بار کئی جگہ کہا ہے کہ اگر آپ کی تسلی نہیں ہوئی تو پھر یہ آیت پڑھیں۔

لعنتہ اللہ علی الکاذبین۔

آپ کی اس حرکت سے دو چیزیں واضح ہورہی ہیں کہ یا تو آپ اپنے آپ کو انتہائی سچا اور حق پر سمجھتے ہیں یا پھر آپ کو اس آیت کے علاوہ کوئی اور آیت آتی ہی نہیں۔ اگر پہلی صورت ہے تو پھر مرزا طاہر کو لے کر مباہلہ کے لئے میدان میں آجائیں۔ آپ اور آپ کے اکابرین ایک طرف اور میں اور میرے اکابرین دوسری طرف کھڑے ہوکر یہی آیت پڑھ دیں گے۔ خود ہی اپنی آنکھوں سے نتائج دیکھ لیں۔ ویسے میں کیا میری تمام مسلم برادری بالاتفاق کروڑہا بار یہ بات کہنے کے لئے ہر وقت تیار ہے لعنتہ اللہ علی الکاذبین آپ نے لفظ رفع کے بارے میں بڑی بحث کی ہے اور آخر میں یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ قرآن مجید' احادیث' تفاسیر اور عرب کے محاورہ کی رو سے لفظ رفع جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی انسان کی نسبت بولا جائے تو اس کے معنی ہمیشہ بلندی درجات اور قرب روحانی کے ہوتے ہیں۔ جبکہ پوری امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو زندہ آسمانوں پر اٹھایا ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں کوئی ضرورت ہی پیش نہیں آئی کہ مزید کسی کو آسمانوں پر زندہ اٹھایا جائے۔ ویسے بھی اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ پر ہمیں کوئی شک نہیں اور ہمیں "کن فیکون" پر اور اس کی تاثیر پر بھی بھرپور اعتماد ہے۔ چونکہ شک آپ کو ہے اس لئے قاعدہ قانون بھی آپ ہی پیش فرمائیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ خدائی کاموں میں قاعدے قانون کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ دوسرا ایک اور اصول سمجھ لیں۔ قانونی نقطہ ہے جب کوئی شخص کسی خاص واقعہ سے انکار کا مدعی ہو تو اسے ثابت کرنے کے لئے بار ثبوت بھی اسی پر ہوتا ہے جو اس امر کے بارے میں وجود و عدم وجود کا دعویٰ کرے۔ تیسری بات اور سب سے اہم بات لفظ "رفع" پر چیلنج کرنے سے پہلے آپ کے قول و فعل کا بھی پول کھولتا چلوں۔ میرے مضمون کے جواب میں آپ نے اپنے پہلے صفحہ پر یہ بات بڑے وثوق سے لکھی ہے کہ "میں یقین رکھتا ہوں کہ صداقت اور نیکی اپنی خوبصورتی کے ساتھ اظہار کے لئے درشت کلامی کی محتاج نہیں۔" محترم آپ اپنی اس نصیحت کو خود قائم نہیں رکھ سکے اور نہ ہی ثابت کرسکے ہیں۔ آپ خط کے آخری حصہ میں فرماتے ہیں۔

"آپ (یعنی راقم الحروف) مرزا صاحب کی خواہ مخواہ تکذیب نہ کریں اور جنگ والے الفاظ مت استعمال کریں کیونکہ حضرت صاحب کا ایک الہام ہے کہ "جو کوئی تیری جنگ کرنا چاہے گا میں (اللہ) اس کی جنگ کروں گا۔"

یہاں تک تو آپ کے مرزا صاحب کا الہام ہوا مگر یہ جملہ کہاں سے آگیا کہ "بغیر دیکھے بھالے اعتراض کرنا نقصان دہ ہوسکتا ہے۔" یہ درشت زبانی نہیں تو پھر کیا ہے؟ کیا یہ دھمکی ہے؟ مجھے راہ سے ہٹانے کا الارم ہے؟ تنبیہہ ہے؟ یا قادیانیت کا وطیرہ؟

آپ اپنے بزرگوں کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے پہلے صفحے اور آخری صفحے کے مندرجات میں مطابقت قائم نہیں رکھ سکے۔ آخری صفحات تک پہنچتے پہنچتے آپ کا لہجہ فسطائیت اور دشمنی میں کیسے بدل گیا؟ ویسے میں آپ کے مشورے کے مطابق مذہبی عالم بننے کی کوشش کردیکھوں گا۔ اگر مکمل مذہبی عالم نہ بن سکا تو ان کی ہم نشینی اور بیٹھک ضرور کروں گا۔ بہرحال بات آپ کے مرزا صاحب کے الہام کی ہورہی ہے تو یہ الہام اس سے قبل میرے کئی اکابرین کے سامنے بھی رکاوٹ بنتا رہا ہے۔ الحمدللہ ہمیشہ میرے اکابرین کے سامنے آپ کے نبی سمیت ان کا کوئی چیلا بھی نہیں ٹھہر سکا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بفضل خدا اس مرتبہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ انشاء اللہ آپ کا موجودہ خلیفہ اس مرتبہ بھی سامنے نہیں آئے گا۔ محترم دل تھام کر سنئے۔ آپ نے اپنے خط میں ببانگ دہل لکھا ہے کہ راستی اپنے خلوص اور خوبی کے ساتھ قلوب پر فتح پاتی ہے۔ محترم اگر آپ کو اپنے مسلک کی راستی اور سچائی پر اتنا ہی ناز ہے تو پھر میرا چیلنج ہے مرزا طاہر صاحب کو کہ وہ کسی بھی وقت' کسی بھی تاریخ کو' پاکستان میں کسی بھی جگہ مجھ خاکسار یا میرے اکابرین سے مباہلہ کرلیں۔ اگر مرزا صاحب مباہلہ میں ہار جائیں یا مقابلہ پر نہ آئیں تو ساری قادیانی امت کو قادیانیت سے تائب ہونا ہوگا۔ مقابلہ انہی سابقہ تین نکات پر ہوگا۔ آؤ سچائی پرکھ لیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھ لیں کہ اب آپ کے کسی خط کا جواب نہیں دیا جائے گا۔ جب تک مباہلہ نہیں ہوجاتا۔ نیز مرزا طاہر سے نیچے کسی بھی فرد سے مباہلہ منظور نہیں۔ اس سلسلہ میں صرف مذہبی پیشوا کو سامنے آنا چاہئے۔ مرزا طاہر اس وقت قادیانیت کا سرپرست اعلیٰ اور خلیفہ وقت ہے اسے قادیانیت کے لئے یہ

باقی صفحہ ۲۳ پر

خبریں
اخبارِ ختم نبوت

حکومت کے ناپاک سیاسی عزائم
گستاخان رسول کی رہائی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی اپیل پر صوبہ بھر کی جامع مساجد میں آج نماز جمعہ کے اجتماعات میں توہین رسالت کے مرتکب رحمت مسیح اور سلامت مسیح دو عیسائی مجرموں کو بری کیے جانے کے خلاف یوم احتجاج منایا گیا۔ صوبائی دار الحکومت کوئٹہ سمیت بلوچستان کے تمام شہروں۔ ژوب۔ قلعہ سیف اللہ۔ مسلم باغ۔ لورالائی۔ دکی۔ قلعہ عبد اللہ۔ گلاک۔ پشین۔ چمن۔ مستونگ۔ قلات۔ خضدار نوشکی۔ خاران۔ دالبندین۔ پنجگور۔ تربت۔ گوادر۔ حب۔ لسبیلہ۔ کچھ۔ ڈھاڈر۔ سبی۔ ڈیرہ مراد جمالی۔ اوستہ محمد۔ اور ڈیرہ اللہ یار کے علاوہ۔ صوبہ کے تمام قابل ذکر شہروں میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی اپیل پر آج نماز جمعہ کے اجتماعات میں علماء کرام نے توہین رسالت کے مرتکب دو عیسائی مجرموں کو بری کرنے کے خلاف شدید غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ فیصلہ حکومت کے ناپاک سیاسی عزائم کی تکمیل کے لئے عدالت پر دباؤ ڈال کر کرایا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ فیصلہ ہونے سے قبل ہی وزیر اعظم بیگم زرداری اور بعض وفاقی وزراء نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کو یقین دلانے کے لئے اپنے بیانات میں اس کا عندیہ دے دیا تھا۔ اور یہ ساری کاروائی صرف اور صرف اسلام دشمن طاقتوں کو خوش کرنے کی خاطر کی گئی ہے۔ علماء نے کہا کہ ہمارے حکمران امریکہ اور دیگر اسلام دشمن طاقتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اسقدر اندھے ہو چکے ہیں کہ انہوں نے اپنے ایمان اور ضمیر فروخت کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ اور ناموس رسالت جیسے متفقہ اور بنیادی مسئلہ کو متنازع بنانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس قسم کی حرکات ملک و ملت سے غداری کے مترادف ہیں۔ آج نماز جمعہ کے اجتماعات میں کوئٹہ شہر کی جامع مساجد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی اپیل پر علماء کرام نے توہین رسالت کے مرتکب رحمت مسیح اور سلامت مسیح دو عیسائی مجرموں کو بری کرنے کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ جامع مسجد مرکزی میں ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا انوار الحق حقانی نے کہا کہ گستاخ رسول کو سیاسی عزائم کی خاطر بری کرنے کے خطرناک نتائج بر آمد ہو سکتے ہیں۔ اور اس قسم کے فیصلہ سے مسلمان عدالت کی بجائے خود گستاخ رسول کو جہنم رسید کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ امت محمدیہ نے گستاخ رسول کو واجب القتل قرار دیکر اس سے کسی قسم کی نرمی نہیں کی اور تاریخ اسلام ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ جب بھی کسی بد بخت نے رحمت دو عالم کی شان میں گستاخی کی تو امت محمدیہؐ نے اسے واجب القتل قرار دیکر جہنم رسید کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج ہمارے حکمران گستاخان رسول کی پشت پناہی کر کے عذاب خداوندی کو دعوت دے رہے ہیں۔ جامع مسجد قندھاری میں نماز جمعہ کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبد الواحد نے کہا کہ توہین رسالت کے دو مجرموں کو بری کرنے کا فیصلہ عدالت نے حکومت کے انتہائی دباؤ کے تحت کیا ہے اور اس قسم کا فیصلہ اللہ کی غیرت کو للکارنے کے مترادف ہے اور ایک گہری سازش کے تحت گستاخان رسول کے حوصلے بلند کئے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے حکمران اہل اسلام کے مذہبی جذبات سے جو کھیل کھیلنا چاہتے ہیں اس کے انتہائی خطرناک نتائج بر آمد ہوں گے۔ اور ملک تباہی کی طرف چلا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ حیرت ہے دفتری اوقات میں یہ فیصلہ نہ سنا کر در پردہ سازش کو بے نقاب کر دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ فیصلہ سنانے کے لئے عدالت کو متعدد مرتبہ وقت تبدیل کرنا پڑا۔ اور ایسے وقت کا انتخاب کیا گیا جب اہل اسلام نماز تراویح میں مشغول ہوں تو چپکے سے یہ فیصلہ سنا دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اپنے ایمان و ضمیر کے خلاف یہ فیصلہ کرا کے حکومت نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کو تو خوش کرا لیا ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول سے اعلان جنگ کر کے اپنی عاقبت تباہ کر دی ہے۔ جامع مسجد سٹی میں عالمی مجلس کے امیر مولانا خیر الدین نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ گستاخ رسول کو معاف کرنا خود گستاخی رسول کے مترادف ہے انہوں نے کہا کہ ہمارے حکمران اقتدار کے نشہ میں اتنے مست ہو چکے ہیں کہ وہ اپنے اقتدار کو طول دینے کی خاطر اپنے ایمان و ضمیر کی سودے بازی پر اتر آئے ہیں۔ وہ ملک و ملت سے غداری کر کے اپنے غیر ملکی آقاؤں کو وفاداری کا ثبوت دینے کے لئے اپنے ایمان و ضمیر فروخت کرنے شروع کر دیئے ہیں جامع مسجد عمر میں تقریر کرتے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا نذیر احمد تونسوی نے کہا کہ جس ملک میں ناموس رسالت کو تحفظ نہیں دیا جائے گا اس ملک کو تباہی سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ انہوں نے کہا کہ ایک گہری سازش کے تحت اسلام دشمن طاقتیں اپنے افراد کے ذریعے توہین رسالت کا ارتکاب کراتی ہیں۔ پھر جب مسلمان ایسے افراد کو قانون کی گرفت میں لانے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر یہی اسلام دشمن طاقتیں نام نہاد انسانی حقوق کے نام سے چیخنا شروع کرتی ہیں۔ اس طرح ہر آئے دن اہل اسلام کے مذہبی جذبات سے کھیلنا انہوں نے اپنا من پسند مشغلہ بنا کر اہل اسلام کی غیرت کو للکارنا شروع کر دیا ہے مولانا تونسوی نے کہا کہ عدالت کا اپنے فیصلے میں اس بات کا اقرار کرنا کہ توہین رسالت پر مبنی پمفلٹ اور پرچیاں کسی تجربہ کار شخص کی تحریر ہیں۔ یہ جملہ بھی پر دہ سازش کی چغل خوری کرنے کے لئے کافی ہے۔ جامع مسجد بلال حدہ میں مولانا سید طاہر شاہ ہاشمی۔ جامع مسجد خاتم النبیین میں مولانا عبد الرحیم جامع مسجد اقصیٰ میں مولانا قاری محمد یوسف حراروی جامع مسجد توحیدی میں مولانا حافظ عبد الرشید حراروی اور شہر کی اکثر مساجد میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطباء نے توہین رسالت کے مرتکب دو مجرموں کو بری کرنے کے خلاف سخت احتجاج کیا ہے۔ ●●

اوکاڑہ ضلع قادیانیت کی آماجگاہ کیوں بنا ہوا ہے؟

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے دفتر کو اطلاع ملی کہ ۱۴ر۱۵ر نومبر کو "صندوق داس" حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ میں قادیانیوں نے دو دن جلسہ منعقد کیا ہے۔ تو لاہور دفتر نے قصور جماعت کے جنرل سیکرٹری حاجی اللہ دتہ مجاہد اور اوکاڑہ ضلع کے مبلغ مولانا عبد الرزاق کی ڈیوٹی لگائی کہ علاقہ کا دورہ کر کے رپورٹ پیش کریں۔ چنانچہ مذکورہ بالا حضرات نے "صندوق داس کھوتی پورہ" (گاؤں میاں منظور وٹو وزیر اعلیٰ پنجاب) اور حویلی کا دورہ کیا اور اطلاع کی کہ

۱۔ ۱۴ر۱۵ر نومبر کو "صندوق داس" میں قادیانیوں کا آٹھواں سالانہ جلسہ تھا۔

۲۔ جلسہ کا انتظام منظور احمد وٹو کے بیٹے معظم منظور وٹو نے کیا۔

۳۔ جلسہ کی صدارت میں منظور احمد وٹو کے باپ میاں جہانگیر وٹو' ڈاکٹر نواز لاہوریہ اور ڈاکٹر مختار احمد نے کی۔

۴۔ دو روز تک ضلعی انتظامیہ جلسہ کی نگرانی کے لئے مصروف رہی۔

اوکاڑہ جماعت نے ۱۳ر دسمبر کو ۱۱ بجے جامع مسجد گول چوک میں احباب کی میٹنگ بلائی جس میں مولانا سید امیر حسین گیلانی' مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی لاہور' مولانا محمد الیاس میواتی' مولانا عبد الواحد' مولانا غلام محمود انور' علامہ عنایت اللہ سالک' حاجی اللہ دتہ مجاہد' مولانا عبد الرزاق مجاہد' قاری اقبال اختر نقوی سمیت کئی ایک احباب نے شرکت کی۔ اجلاس میں طے ہوا کہ ۱۹ر دسمبر جمعۃ المبارک کو اوکاڑہ کی جامع مساجد میں مندرجہ ذیل قرار دادیں منظور کی جائیں۔

۱۔ صندوق داس نامی گاؤں (تحصیل دیپالپور) میں قادیانیوں نے ۱۴ر۱۵ر نومبر کو آٹھواں سالانہ جلسہ کے نام سے ایک غیر قانونی اجتماع منعقد کیا۔ جسکی مختلف نشستوں کی صدارت جہانگیر وٹو' ڈاکٹر نواز لاہوریہ اور ڈاکٹر مختار نے کی جبکہ تقسیم انعامات میاں منظور وٹو کے بیٹے معظم وٹو نے کئے۔ جبکہ

المبارک کا یہ اجتماع ضلعی انتظامیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ مذکورہ بالا قادیانی ملزمان کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸C کے تحت کاروائی کرکے گرفتاری عمل میں لائی جائے۔ تاکہ مسلمانان اوکاڑہ میں پائی جانے والی بے چینی دور ہوسکے۔

۲۔ اوکاڑہ شہر میں اٹھارہ مقامات پر قادیانیوں نے کلمات طیبہ اور آیات قرآنی لکھ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے اور آئین پاکستان اور مسلمانان پاکستان کا منہ چڑانے کی کوشش کی ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا مقامات سے آیات قرآنی اور کلمات طیبہ محفوظ کرکے قادیانیوں کے خلاف امتناع قادیانیت آرڈیننس کی دفعہ نمبر ۲۹۸C کے تحت کاروائی عمل میں لائی جائے۔

۳۔ اجلاس میں طے ہوا کہ ایک وفد ڈپٹی کمشنر اور ایس۔ پی اوکاڑہ سے ملے اور انہیں ان کے فرض منصبی اور مسلمانان پنجاب میں پائی جانے والی بے چینی سے آگاہ کرے چنانچہ مولانا سید امیر حسین گیلانی' مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی' مولانا عبدالرزاق مجاہد' سید احسان الحق گیلانی پر مشتمل ایک وفد نے ایس پی اوکاڑہ سے ملاقات کی اور تحریر درخواست کے ذریعہ قادیانی ملزموں کے خلاف قانونی کاروائی کرنے کا مطالبہ کیا۔ اتفاق سے اے سی دیپالپور بھی ایس پی آفس میں موجود تھے۔ دونوں ذمہ دار افسروں نے کاروائی کرنے کی یقین دہانی کرائی۔

۴۔ اجلاس میں طے ہوا کہ حویلی لکھا یا دیپالپور میں ختم نبوت کانفرنس منعقد کی جائے اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی' مولانا عبدالرزاق پر مشتمل ایک وفد کو ترتیب دیا گیا جو ۸ دسمبر جمعۃ المبارک کو دیپالپور اور حویلی لکھا کا دورہ کرکے احباب سے ملاقات کرے اور پروگرام تشکیل دیا جائے۔ چنانچہ مولانا شجاع آبادی' نے دیپالپور کی شاہی مسجد میں جمعۃ المبارک کا خطبہ دیا۔ اور بعد ازاں مولانا سید محمد انور شاہ' مولانا حافظ محمد شعبان صدیقی' چوہدری غلام عباس تمام ایڈوکیٹ سمیت کئی ایک احباب سے ملاقات کی اور انہیں حالات کی نزاکت کا احساس دلایا۔ مذکورہ بالا حضرات نے مشورہ دیا کہ کانفرنس "حویلی لکھا" میں کی جائے۔ چنانچہ مبلغین نے رات حویلی لکھا گزاری اور مقامی احباب مولانا نور محمد' حکیم محمد سعید' مولانا مسعود الحسن شاہ' قاری غلام مصطفیٰ بلوچ سے مشاورت کی۔ مذکورہ بالا حضرات نے چند دنوں میں مشورہ کرکے اطلاع کرنے کا وعدہ کیا۔ ••

مولانا غلام مصطفیٰ خطیب صدیق آباد (ربوہ) مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ضلع سرگودھا اور چنیوٹ کا کامیاب دورہ

تخت ہزارہ میں جامع مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کو قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی شرانگیزیوں' کفریہ عقائد ڈش انٹینا کے ذریعے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سازش ہے۔ قادیانی

مربی کو مباہلہ کا چیلنج کیا۔ بلال پور میں عشاء کے بعد خطاب کیا اور لٹریچر تقسیم کیا۔ اسی طرح دام ریگان' لاہوراں والی' بھابڑہ میں بھی درس اور لٹریچر تقسیم کیا۔ چنیوٹ جامع مسجد پپلیاں والی' جامع مسجد عثمانیہ اسلامیہ کالج نے اور پرانے اڈے والی مساجد کے علاوہ بھی درس اور لٹریچر تقسیم کیا۔ چنیوٹ کے علماء اور مدارس کے طلباء' کالج اور اسکول کے اساتذہ کو پندرہ روزہ تربیتی رد قادیانیت کورس دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مسلم کالونی ربوہ میں ۱۵ر شعبان تا ۳۰ر شعبان تک منعقد ہونے کے بارے میں آگاہ کیا اور کورس میں بھرپور شرکت کی دعوت دی۔ ۸ر دسمبر جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن ربوہ خطبہ جمعۃ المبارک پر مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں نے ملک میں اور خصوصاً" ربوہ میں قانون اور آئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کفریہ تبلیغی سرگرمیاں تیز کردی ہیں۔ انہوں نے حکومت پاکستان اور حکومت پنجاب کو آگاہ کیا کہ قادیانی ربوہ میں جلسہ کرنے کی خبریں اور درخواستیں دے رہے ہیں۔ حکومت کو چاہئے کہ اس بات کا سختی سے نوٹس لے کہ وہ ہر سال شرارت کرنے سے کیوں باز نہیں آتے ورنہ ہم بھی انہی تاریخوں میں اقصیٰ چوک میں جلسہ کرنے پر مجبور ہوں گے۔ مزید انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کے سرکردہ افراد اس قسم کی شرارت میں ملوث ہیں انہیں قانونی کارروائی کرتے ہوئے گرفتار کرکے سخت سزا دی جائے۔ ••

بقیہ: قادیانی کے نام کھلا خط

قربانی دینا ہوگی۔ اب سازشیں چھوڑ دیں' اغوا اور قتل و غارت کے منصوبے بنانے کے بجائے میدان میں آئیں' چیلنج قبول کریں' سچا مسلک جیت جائے گا' مباہلہ ٹی وی اور ڈش انٹینا پر دکھالیں' جو مسلک جیت جائے گا' اس کی تبلیغ خود بخود ہوجائے گی' کسی اشتہار بازی اور تقریر کی ضرورت نہیں رہے گی۔

ہم پاکستان میں کسی بھی وقت' کسی بھی جگہ' کسی بھی مقام پر مباہلہ کے لئے تیار ہیں۔ اگر مرزا صاحب اپنے آباؤ اجداد کی طرح مباہلہ کی موت میں کسی بیماری کا انتخاب پسند فرمائیں تو وہ بھی کیا جاسکے گا صرف قتل اور حادثہ کی موت شرائط مباہلہ میں قبول نہیں ہوں گی۔ موجودہ دور میں ملکی بدامنی اور منظم گروہوں کی وجہ سے کسی بھی فرد کا قتل معمولی کھیل ہے۔ اس لئے یہ شرائط مباہلہ سے خارج کی گئی ہیں تاکہ فریقین اپنے حریف کو قتل کروا کر اپنی فتح کا ڈھنڈورا نہ پیٹ سکیں۔ ان دو صورتوں کے علاوہ جو مرضی صورت مباہلہ کی اختیار کرلیں قبول ہے۔ یہاں تک کہ اپنے نبی کی صداقت کی قسم کھاتے ہوئے آگ میں کودنے کے لئے بھی تیار ہیں۔

اگر مرزا طاہر صاحب کو یہ چیلنج قبول ہو تو مرزا طاہر مقام' وقت اور تاریخ اور دیگر شرائط مباہلہ کا اعلان پاکستان کے قومی اخبارات میں شائع کروائے' مباہلہ کے چیلنج کی قبولیت کے اعلان کا منتظر رہوں گا۔ امید واثق ہے کہ اس مرتبہ مباہلہ ضرور ہوگا اور قادیانیت کی ساری قلعی کھل جائے گی۔

شاخوں سے ٹوٹ جائیں وہ پتے نہیں ہم
ان آندھیوں سے کہہ دو اوقات میں رہیں

بقیہ: مسیح قادیان اور حواری

اشارہ تھا جن کو میں سمجھتا ہوں آپ نے اپنی نیک نیتی سے جو کچھ لکھا بہتر لکھا' میں ضروری نہیں سمجھتا کہ اس کا رد لکھوں (اور حقائق کو رد کرنا ممکن بھی نہیں۔ ناقل) آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں جس کی قسم کو پورا کرنا مومنوں کا فرض ہے اور اس کی خلاف ورزی معصیت ہے کہ آپ ..... کی تمام جماعت کو اور خصوصاً" ایسے صاحبوں کو جن کے دلوں میں یہ اعتراض پیدا ہوا ہے بہت صفائی سے اس کو کھول کر سمجھادیں کہ اس کے بعد ہم..... چندہ بکلی بند کرتے ہیں۔ اور ان پر حرام اور قطعاً" حرام اور مثل گوشت خنزیر ہے کہ ہمارے کسی سلسلہ کی مدد کے لئے اپنی تمام زندگی تک ایک حبہ بھی بھیجیں اور جو کچھ اب تک وہ بھیج چکے ہیں اور مرزا صاحب اسے ذاتی مصارف پر خرچ کرچکے ہیں اسے حلال قطعاً" حلال اور مثل شیر مادر سمجھ کر درگذر کریں...... ناقل)۔

ایسا ہی ہر شخص جو ایسے اعتراض دل میں مخفی رکھتا ہے اس کو بھی ہم یہی قسم دیتے ہیں یہ کلام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جس طرح میرے دل میں ڈالا ہے خواہ وہ لوگوں کی نظر میں صحیح ہے یا نہیں' درست ہے یا غلط ہیں اسی طرح کرتا ہوں (لہٰذا اگر خدا تعالیٰ میرے دل میں یہ ڈالے کہ اس روپیہ کو خانگی زیورات و ملبوسات میں خرچ کیا جائے تو مجھے یہی کرنا ہوگا' وہ چندہ دینے والے اس کو غلط ہی سمجھیں۔ ناقل)

پس جو شخص کچھ مدد دیکر مجھے اسراف کا طعنہ دیتا ہے وہ میرے پر حملہ کرتا ہے ایسا حملہ قابل برداشت نہیں (کیونکہ جب ایک شخص کو مامور من اللہ سمجھ کر روپیہ دیدیا تو اس پر اسراف کا طعنہ کیا؟ وہ اسے جہاں چاہے خرچ کرے ناقل)..... پس اس کے بعد میں ایسے لوگوں کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بھی نہیں سمجھتا جن کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں..... میں تاجر نہیں کہ کوئی حساب رکھوں میں کسی کمیٹی کا خزانچی نہیں کہ کسی کو حساب دوں۔

حقیقی نجات

رد عیسائیت کے شائقین کے لئے انمول تحفہ' جس میں عیسائی مذہب کو تمام عقلی' نقلی' قرآنی و بائبلی دلائل اور پادریوں کے دلائل سے رد کیا گیا ہے۔

دس روپے ڈاک لفافہ میں رکھ کر ارسال کریں۔ کتاب روانہ کردی جائے گی۔ پتہ۔ حکیم ڈاکٹر محمد عمران خان

ایس ٹی ۳/اے/۱ F.B.Area

Karachi 75950

قادیانیوں کی چیرہ دستیاں

مسلمان حکومت سے مسجد کی پکار

مولانا عبداللطیف مسعود' ڈسکہ

۱۸۵۷ء کے بعد برصغیر (ہند و پاک) میں انگریزی استعمار کے منحوس سائے تلے امت مسلمہ کے لئے بہت سے فتنے ظہور پذیر ہوئے' جن میں سے فتنہ مرزائیت سب سے گھمبیر' خطرناک' گمراہ کن اور بھیانک تھا۔ کیونکہ یہ فتنہ بالکل بلاد و دیگر صیہونیت اور مغربی استعماریت کا نمایاں آلہ کار تھا مگر یہ مذہبی آڑ اور عنوان لے کر نمودار ہوا۔ وہی نام' وہی شعار و اصطلاحات' وہی اظہار۔ حالانکہ یہ ملک و ملت دونوں کے لئے مہلک تھا اس لئے شروع میں ملت اسلامیہ کی اکثریت اسے ایک مذہبی گروہ سمجھتی رہی۔ کئی پیشوایان دین نے ابتداء میں فتویٰ تکفیر میں بھی احتیاط برتی۔ ادھر عوام الناس کا تو یہ حال ہے کہ بزرگان ملت اور علمائے اسلام پوری تفصیل و وضاحت کے ساتھ پورے سو سال سے اس کی حقیقت نمائی اور نقاب کشائی فرما رہے ہیں مگر اکثر لوگ اب بھی ان کی اصل حقیقت کو باور کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہو رہے' جس کے نتیجے میں ان ملحدین اور زندیقوں کا کچھ نہ کچھ کام چل رہا ہے۔ اگرچہ عوامی سطح پر اب مرزائیت ایک گالی تصور ہونے لگی ہے۔

عوام الناس کی اس ناواقفی اور عدم توجہی سے ان لوگوں نے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ جس کے نتیجہ میں عام مسلمان ان سے رشتہ داریاں کرتے رہے۔ مسجدوں میں اکٹھی نمازیں ادا کرتے رہے۔ جنازوں میں شامل ہوتے رہے۔ بڑی قربانی میں شریک ہوتے رہے۔ غرضیکہ معاشرتی' سماجی حتیٰ کہ مذہبی سطح پر بھی ان کے شریک کار ہوتے رہے۔ العیاذ باللہ۔

ہاں ۱۹۷۴ء میں ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیئے جانے پر عوامی سطح پر کافی شعور پیدا ہوا۔ اس کے بعد ناواقف لیکن غیرت مند مسلمان سنبھل گئے۔ وہ ان کو غیر مسلم' مرتد اور زندیق و ملحد سمجھ کر معاشرتی تعلقات کے بارے میں محتاط ہو گئے۔

مگر ابھی تک ایسے افراد کی بھی کمی نہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہوئے بھی اپنے دین و ایمان اور محبت و عقیدت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا پورا نہیں کرتے۔ وہ اب بھی مرزائیوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھے ہوئے ہیں۔ ان کی حسب سابق تعلق داریاں قائم ہیں۔ خوشی' غمی کی رسومات میں برادری یا محلہ داری کی سطح پر شرکت سے پرہیز نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ استدعا ہے کہ وہ خاتم المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر نام لیوا اور عقیدت مند کو مذہب و ملت کے اس ناسور سے محفوظ رہنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

موضع موسیٰ والا کی مسجد اور مسلمان آمدم بر سر مطلب

مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں اس گاؤں کے مسلمانوں کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ یہاں پچھلی صدی کی ایک مسجد تھی جبکہ ابھی قادیانیت کا یہ مہلک ناسور نہ پھوٹا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ مسجد مسلمانوں ہی نے تعمیر کی تھی۔ مگر اسی ناواقفی اور عدم توجہی کی صورت کے تحت کچھ افراد قادیانیت کے چکر میں آگئے اور کچھ افراد دوسرے علاقہ سے آکر یہاں آباد ہو گئے۔ پھر یہ قادیانی لوگ بھی اس مسجد میں آنے جانے لگے اور اپنی ہوشیاری اور چابکدستی سے مسجد مذکور کے کرتا دھرتا اور متولی بن بیٹھے۔ اکٹھی نمازیں' اکٹھی قربانیاں اور جنازے ہوتے رہے۔

دریں حالات مسلمان تو اپنے بھولا پن سے اٹھتے ہی رہے مگر مرزائی اندرون خانہ ریشہ دوانیاں کرتے ہوئے اپنی نفری میں اضافہ کرتے رہے۔ برادری سسٹم اور خاندانی تعلقات سے خوب فائدہ اٹھاتے رہے۔

[illegible]ء میں جبکہ ڈسکہ میں پروانہ ختم نبوت استاذ محترم حضرت مولانا محمد فیروز خاں صاحب ثاقب نے دار العلوم مدنیہ قائم فرمایا۔ توحید و سنت کے محاذ پر بالخصوص اس فتنہ مرزائیت کے محاذ پر سینہ سپر ہو کر ہر طرف پیش رفت فرمانے لگے۔ ڈسکہ کے بڑے بڑے قادیانی جنادریوں کو ناک چنے چبوا دیئے۔ اس للکار و یلغار حق سے یہ گاؤں بھی متاثر ہونے لگا۔ یہاں بھی اس مرد مجاہد کے بیانات اور اجلاس شروع ہو گئے تو عوام و سہ کو کچھ شعور ہونے لگا حتیٰ کہ یہاں بھی حق و باطل کی رزمگاہ برپا ہو گئی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ موسیٰ والا کے قریبی گاؤں بھروکے بھی اس محاذ آرائی اور للکار حق کے زنے میں آگیا۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں مشترکہ نماز و جنازہ اور قربانیوں کا مسئلہ واضح ہو گیا۔ مرزائیت اور دین حق میں خط امتیاز صاف نظر آنے لگا۔ علیحدہ مسجد کا منظر سامنے آگیا۔

تحریک ستمبر ۱۹۷۴ء

اس تحریک کی کامیابی اور نتیجے میں قادیانیت کے مکر و فریب کا پردہ چاک ہو گیا۔ مرزائیت کے مکروہ چہرے کا نقاب اتر گیا۔ تمام غیرت مند مسلمان اصل حقیقت کو پاچکے۔ جس کے نتیجہ میں یہ حق و باطل کی محاذ آرائی ہر جگہ مزید سے مزید نمایاں اور متحرک ہو گئی کیونکہ قادیانیوں نے اپنی حیثیت (غیر مسلم) تسلیم نہ کی تھی۔ بلکہ انہوں نے اپنی ریشہ دوانیاں اور سازشیں مزید تیز سے تیز تر کر دیں۔ چنانچہ اس گاؤں (موسیٰ والا) میں بھی کچھ ایسی ہی صورتحال پیدا ہو گئی۔ مرزائیوں نے ایک خاص پلان اور پروگرام کے تحت اہل اسلام سے مختلف حیلوں بہانوں سے الجھنا شروع کر دیا۔ جس کی کچھ تفصیلات ہماری کتاب "قصر مرزائیت میں ایک اور شگاف" کے دیباچہ میں ایک واقف حال کے قلم سے مذکور ہیں۔

اس تحریر کے مطابق ایک سال عید کے موقع پر عید گاہ میں نماز عید کے لئے آئے ہوئے نہتے مسلمانوں پر قادیانیوں نے حملہ کر دیا (حالانکہ ان کے گرو غلام احمد قادیانی نے دینی جنگ کو حرام قرار دیا ہے) جس کے نتیجہ میں دو قادیانی ہلاک ہو کر واصل جہنم ہوئے اور کچھ مسلمان شدید زخمی ہو گئے۔

اس کے بعد فوجداری مقدمات بمع مذہبی بحثوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو سول کورٹ سے ہائی کورٹ تک پہنچا اور پھر سول کورٹ میں آکر فیصلہ کے مرحلہ تک پہنچا۔ یہ مقدمہ ابتدائی طور پر ۱۶ اپریل ۱۹۷۵ء کو برائے استقرار حق اور حکم امتناعی دوامی دائر کیا گیا جو کہ ہائی کورٹ تک پہنچ کر دوبارہ سول عدالت ڈسکہ میں مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو منتقل ہوا۔ بھرپور بحث و تمحیص کے بعد مورخہ ۲ مئی ۱۹۸۸ء کو سول جج جناب منظور حسین ڈوگر نے اس کا فیصلہ اہل اسلام کے حق میں سنا دیا۔

اس مقدمہ میں زیر بحث آنے والے امور و نکات

ستمبر ۷۴ء کا اسمبلی کا فیصلہ اگرچہ اپنی تفصیلات اور ایمان افروز کیفیت کے لحاظ سے ایک منفرد تاریخی فیصلہ تھا مگر یہ مقدمہ بھی اپنی بحث و تمحیص' نکات اور فیصلہ کے لحاظ سے نہایت اہم اور منفرد حیثیت کا حامل ہے کیونکہ اس میں قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کے علاوہ ان کے اسلامی اصطلاحات و شعائر کو استعمال کرنے کے متعلق بھی بحث و فیصلہ تھا۔ جس کو موجودہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کا دیباچہ اور پیش خیمہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس میں کافی حد تک قادیانی چالاکیوں اور مغالطوں کو زیر بحث لایا گیا تھا' جن کا ہماری طرف سے مسکت اور فیصلہ کن جواب پا کر فاضل جج بالکل مطمئن ہو گئے تھے۔

اس مقدمہ میں زیر بحث نکات اور امور درج ذیل تھے۔

قادیانی موقف

۱۔ ستمبر ۱۹۷۴ء کے فیصلہ (قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں) کو تسلیم کرتے ہوئے بھی قادیانی اسلامی شعائر اصطلاحات استعمال کرنے کے مجاز ہیں۔ اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہہ سکتے ہیں کیونکہ قرآن مجید میں غیر مسلموں کے عبادت خانوں کو مسجد کہا گیا ہے۔ جیسے سورۃ کہف کی آیت ۲۱ میں اس کی وضاحت ہے۔

۲۔ مسجد متنازعہ کی تولیت اور انتظام و انصرام چونکہ مدت سے قادیانیوں کے پاس ہے لہٰذا وہ مسجد انہی کا حق ہے۔

۳۔ اس مسجد کی تعمیر و آرائش ثانی واضح طور پر قادیانیوں نے کرائی ہے لہٰذا وہی اس کے حق دار ہیں۔

۴۔ قادیانیوں نے اپنے مخصوص مسائل و عقائد (وفات مسیح اور اجرائے نبوت) کی تائید میں متعدد مغالطہ آمیز حوالہ جات پیش کر کے اپنے آپ کو برحق اور عامۃ المسلمین کو غلط کار ثابت کرنے کی ناکام سعی کی۔

ڈسکہ میں عدالتی کارروائی کے دوران قادیانیوں نے ایک خاص غرض اور منصوبہ کے تحت اپنے سینئر قادیانی وکلاء (مجیب الرحمٰن اور عبدالحمید وغیرہ) کو عدالت میں پیش کیا۔ جنہوں نے نہایت عیاری اور چابک دستی سے نئے سرے سے پھر اپنے باطل اور گمراہانہ عقائد پر دلائل پیش کرنے شروع کر دیئے جس کے وہ ہرگز مجاز نہ تھے کیونکہ ان تمام مباحث کا قومی اسمبلی نے پوری بحث و تمحیص کے بعد اہل اسلام کے حق میں فیصلہ کر دیا تھا۔

پھر اصولی طور پر وہ اس بات کے پابند تھے کہ اپنے پیش کردہ دلائل کا جواب بھی سن کر جاتے تاکہ حق و باطل کا فیصلہ عوام الناس بھی کر لیتے لیکن وہ تو صرف وقت گزاری اور خانہ پری کی سطح پر تھے لہٰذا جب ہمارے جوابی بیانات کی باری آئی تو تقریباً تمام قادیانی مع اپنے وکلاء کے کمرۂ عدالت سے روپوش ہو گئے۔ اس کے باوجود ہم نے مسکت جوابی بحث کر کے ان کے تمام خانہ ساز دلائل کا تار پود بکھیر کر اصل حقیقت نمایاں طور پر واضح کر دی۔ جس سے عدالت پوری طرح مطمئن ہو گئی۔

جواب

۱۔ چنانچہ ہم نے بے شمار قرآنی دلائل سے واضح کر دیا کہ مسجد صرف مسلمانوں ہی کی ہو سکتی ہے کسی غیر مسلم کی عبادت گاہ مسجد نہیں کہلا سکتی۔ نیز یہ بھی ثابت کر دیا کہ تمام انبیاء سابقین اپنی امتوں کو اسلام ہی کی تلقین و تبلیغ فرماتے رہے۔ وہ امتیں مسلمان ہی تھیں۔ یہ یہود اور مسیحی بعد میں لوگوں نے اپنے طور پر نام وضع کر لئے ہیں لہٰذا اصل وہ جب مسلمان ہی تھے تو ان کی عبادت گاہیں بھی مسجد ہی کہلائیں گی۔ ہاں اختلاف لسانی کے لحاظ سے کوئی دوسرا نام بھی ہو سکتا ہے۔

۲۔ مسجد صرف مسلمان ہی تعمیر کر سکتا ہے۔ کسی غیر مسلم کی بنائی ہوئی عمارت بنام مسجد 'مسجد' نہیں کہلا سکتی۔ زیادہ سے زیادہ وہ مسجد ضرار کہلائے گی۔ اسی بناء پر غیر مسلم کی بنائی ہوئی عبادت گاہ بنام مسجد مسلمان بطور مسجد استعمال نہیں کر سکتے جیسے کہ مسجد ضرار کا واقعہ سورۃ توبہ میں مذکور ہے اور اسی طرح کوفہ میں مسیلمیوں کی بنائی ہوئی عمارت بنام مسجد' جس کے مسمار کرنے کا حکم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گورنر کوفہ نے صادر فرمایا تھا۔ (دارمی شریف حدیث ۲۵۰۶)

۳۔ اگر کسی وقت مسلمان کوئی مسجد تعمیر کریں۔ اس کے بعد خدانخواستہ اس پر کفار قابض ہو جائیں تو پھر بھی اس کی مسجدیت زائل نہ ہوگی بلکہ وہ مسجد ہی رہے گی۔ جب بھی مسلمان دوبارہ اس پر قابض ہوں گے تو وہ اسے بطور مسجد استعمال کریں گے۔ یہ غیر مسلم کا قبضہ و تصرف چاہے کتنا ہی طویل ہو اس کی مسجدیت کو زائل نہ کر سکے گا۔ جیسے لاہور کی شاہی مسجد جو کہ سلطان اورنگ زیبؒ نے بنوائی تھی۔ بعد میں اس پر کفار نے قبضہ کر کے اسے اصطبل میں تبدیل کر دیا۔ مگر جب وہ دوبارہ مسلمانوں کے حق میں واگزار ہو گئی تو وہ آج تک مسلمانوں کے زیر تصرف مسجد ہی ہے۔ یہ عارضی تصرف کفار اس کی حیثیت اولیٰ پر اثر انداز نہ ہوا۔ اسی طرح اندلس' ہندوستان' سمرقند' بخارا وغیرہ کی لاکھوں مساجد کا معاملہ ہے کہ وہ تعمیر تو مسلمانوں نے کی تھیں بعد میں کفار کے تصرف میں چلی گئیں لیکن جب پھر اس پر مسلمان قابض ہوں گے تو وہ عمارات اپنی بنیادی اور ابتدائی حیثیت کے مطابق مسجد ہی ہوں گی۔ اس سے بھی واضح خانہ

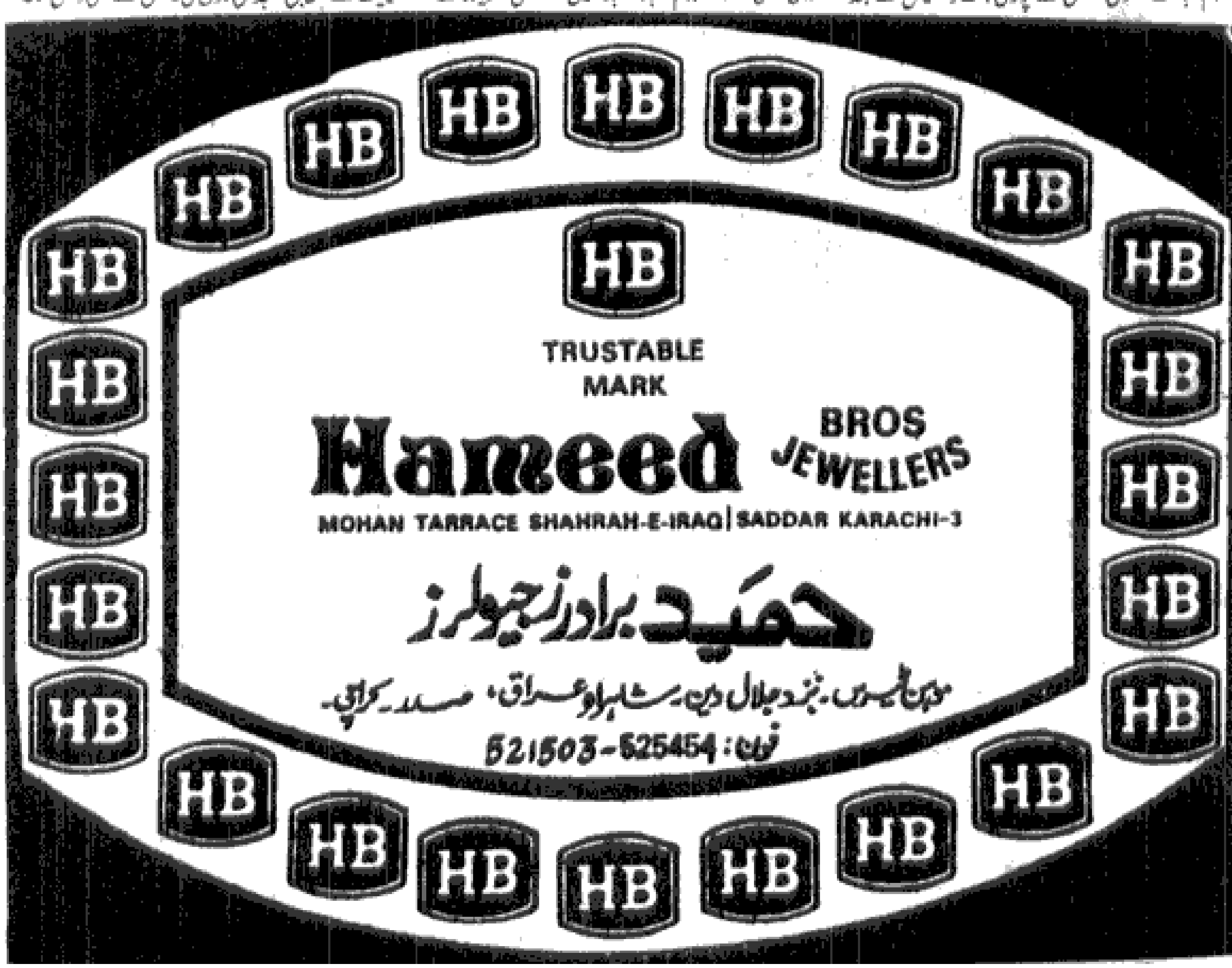

روزانہ ایک سیب کھائیے
کبھی معالج کے پاس نہ جائیے!
داناؤں کا یہ مشورہ درست بشرطیکہ آپ کا معدہ بھی درست ہو اور سیب کو جزوِ بدن بنا سکے
بالفرض خراب ہو تو اچھی سے اچھی غذا بھی نظام ہضم پر بار بن جاتی ہے اور آپ قدرت کی عطا کردہ بہت سی نعمتوں سے صحیح طور پر لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔
اپنی صحت اور تندرستی کی خاطر کھانے پینے میں احتیاط سے کام لیجیے۔ سادہ اور زود ہضم غذا کھائیے۔
پُرخوری سے بچیے۔ مرچ مسالے دار پکوانوں سے پرہیز کیجیے کیونکہ یہ معدے اور آنتوں کے افعال پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔
اگر کسی وقت کھانے پینے میں بے احتیاطی ہو جائے تو نظام ہضم کی شکایات مثلاً بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن، دردِ شکم اور کھانے سے بے رغبتی سے محفوظ رہنے کے لیے نئی کارمینا لیجیے۔ نئی کارمینا معدہ اور آنتوں کے افعال کو منظم و درست رکھتی ہے۔
نئی کارمینا
NEO CARMINA 150 Tablets
Hamdard Laboratories (Waqf) Pakistan
نظام ہضم کی اصلاح کے لیے پُرتاثیر ہاضم ٹکیاں
خوش ذائقہ نئی کارمینا ہمیشہ گھر میں رکھیے
Adarts-CAR-1/92

کعبہ کی مثال ہے کہ اسے ابتداً" چونکہ امام الموحدین حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ اس پر اس کی مسجدیت ثابت اور متحقق ہوگئی بعد میں اس پر کئی دور آئے خاص کر بعثت آخر الانبیاء ﷺ سے تین صدی پیشتر سے وہ بت خانہ بنادیا گیا تھا مگر جب اہل اسلام کے قبضہ میں آیا تو اس کی ابتدائی پوزیشن بحال تھی اور آج تک وہ بیت اللہ ہی ہے۔ عہد اسلام کے دوران بھی ایک آدھ مرتبہ ملحدین کے تصرف میں آیا جیسے کچھ مدت (۱۹ سال) تک قرامطیوں کا تصرف و قبضہ۔ مگر جب اس پر مسلمان اہل توحید متصرف و قابض ہوگئے تو اس کی سابقہ حیثیت ہی قائم تھی جس پر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اسے تعمیر کیا تھا۔ اسی طرح مسجد متنازعہ کا معاملہ ہے کہ اسے شروع میں مسلمانوں نے تعمیر کیا تھا۔ جس سے اس کا مسجد ہونا ثابت اور متحقق ہوگیا اب بعد میں قادیانی ملحدین کا تصرف و انتظام اس کی مسجدیت پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ جب مسلمان اس کو واگزار کرا کے اس پر متصرف ہوں گے تو پھر اصولاً" وہ انہی کی مسجد ہوگی قادیانیوں کا اس پر کوئی استحقاق نہیں ہوسکتا۔ چاہے اسے ایک بار نہیں دس بار بھی تعمیر کریں۔

۴۔ اس مسجد کے متعلق ہم نے واضح طور پر ثابت کردیا کہ یہ مسجد قادیانیت کے وجود سے پیشتر کی تعمیر شدہ ہے جسے صرف مسلمانوں نے تعمیر کیا تھا بعد میں مرزائی اپنی عیاری سے اس پر قابض و متصرف ہوگئے۔ اس کی تعمیر ثانی میں بھی وہ شریک عمل تھے مگر وہ لوگ چونکہ غیر مسلم ہونے کی بنا پر مسجد کے اہل ہی نہیں لہٰذا یہ صرف اہل اسلام کا ہی حق ہے یہ درمیانی قادیانی تصرف اور انتظام و انصرام کالعدم ہوگا۔ بحکم فرقان حمید۔ ان اولیاءہ الا المتقون۔

۵۔ ہم نے اس مسئلہ پر کہ مسجد صرف مسلمانوں ہی کا حق ہے۔ بطور ضمنی استشہاد کے سر ظفر اللہ قادیانی کی تصنیف تحدیث نعمت سے ایک اقتباس پیش کیا کہ اگر احمدی (مرزائی) غیر مسلم ثابت ہوجائیں تو ان کا مسجد کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

اس اقتباس پر ہم نے اپنا حق تصریح استعمال کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ جب تمام مرزائی بالاتفاق عالم اسلام غیر مسلم قرار دیئے جاچکے ہیں تو اب ان کا اس مسجد یا کسی بھی مسجد کے ساتھ کیا تعلق رہ جاتا ہے۔ نیز اس کے نتیجہ میں یہ لوگ اپنی عبادت گاہ کا نام بھی مسجد نہیں رکھ سکتے اور نہ ہی اسے مسجد کی طرز پر بنا سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ قادیانی اسلامی اصطلاحات اور شعائر بھی استعمال نہیں کرسکتے۔ کیونکہ مسجد سے قادیانیوں کی لاتعلقی بوجہ غیر مسلم ہونے کی بنا پر ہے۔

۶۔ اسی دوران ہمارے سامنے یہ شہادت بھی آئی کہ ایک موقع پر قادیانی' مسلمانوں کو یہ پیشکش کرنے لگے کہ وہ ہم سے حسب مرضی کچھ رقم لے کر مسجد سے دستبردار ہوجائیں' مگر کوئی بھی مسلمان بوجہ ناجائز ہونے کے اس بات کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ ادھر اس بات سے قادیانیوں کا کفر اور مسجد سے لاتعلقی اور بھی واضح ہوگئی کیونکہ خانہ خدا ہے اس کی خرید و فروخت ناممکن ہے۔ اور جو اس ضابطہ کا قائل نہ ہو وہ مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ ہاں کفار کے لئے سب کچھ ٹھیک ہے۔ وہ مسجد بیچیں یا کچھ اور۔

۷۔ ہم نے یہ بھی ثابت کردیا کہ ہر مذہب کے اپنے اپنے شعائر (خاص علامات) اور اصطلاحات ہوتی ہیں۔ جیسے یہودی عیسائی' سکھ' ہندو' پارسی وغیرہ۔ مگر ان میں سے کوئی بھی دوسرے کا نام اور مذہبی علامات و اصطلاحات استعمال نہیں کرتا برخلاف قادیانیوں کے۔ یہ لوگ تمام اصول مذاہب سے ہٹ کر اہل اسلام کا نام (مسلمان) اور اسلامی شعائر و اصطلاحات استعمال کررہے ہیں جن کا انہیں کوئی حق نہیں۔ گورنمنٹ کو انہیں باز رکھنا چاہئے کیونکہ یہ سراسر دھوکا دہی اور ہماری حق تلفی ہے (الحمدللہ اب تو سپریم کورٹ نے ہمارے اس حق کو تسلیم کرتے ہوئے قادیانیوں کو اسلامی شعائر و اصطلاحات جیسے مسجد' کلمہ' اذان وغیرہ استعمال کرنے سے قانوناً" روک دیا ہے) لہٰذا اب انہیں دیگر مذاہب کی طرح اپنی اصطلاحات اور شعائر وضع کرکے استعمال کرنا چاہئے۔

عدالتی فیصلہ کے بعد

۴ر مئی ۱۹۸۸ء کو جب یہ فیصلہ صادر کیا گیا تو ہماری تھوڑی سی کوتاہی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قادیانیوں نے نہایت ہوشیاری سے حکم امتناعی حاصل کرنے کے لئے عدالت میں عرضداشت پیش کردی جس کے نتیجہ میں مسجد کی پوزیشن حسب سابق (سیل) بحال رہی اور پھر عدالتی کارروائی ایک اور انداز سے شروع ہوگئی جو کہ تادم تحریر بڑا تاریخوں کے چکر میں ہی اٹکی ہوئی ہے حالانکہ اب اس کیس میں رتی بھر الجھن باقی نہیں رہی کیونکہ جیسے ان کی حیثیت غیر مسلم قرار دے دی گئی ہے۔ ان کی تبلیغی کارروائیوں پر ۱۹۸۴ء میں پابندی لگادی گئی ہے اور اب سپریم کورٹ نے ان کی سات اپیلوں کا فیصلہ سناتے ہوئے یہ بھی طے کردیا ہے کہ یہ لوگ بوجہ غیر مسلم ہونے کے اسلامی علامات و شعائر استعمال کرنے کے قانوناً" مجاز نہیں۔ کیونکہ یہ بات دھوکہ دہی اور دوسروں کی حق تلفی کے تحت آتی ہے۔ مگر حکومت کی دین و مذہب سے لاتعلقی' سرد مہری اور عدم توجہی کا نتیجہ ہے کہ آج یہ مسجد حکمرانوں کی غفلت اور لاپرواہی پر نوحہ کناں ہے۔ اس کا اسپیکر اور چھت کا سامان خود قادیانی ہی چرا کر لے گئے ہیں وہ دروازہ جسے جناب اے سی صاحب ڈسکہ نے سیل کیا تھا وہ سیل تو کجا اس دروازے کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا۔ ادھر قادیانی مذاق اور تمسخر اڑاتے ہیں کہ یہ ہیں مسجد کے بانی اور متولی' اور یہ ہے اسلامی حکومت۔ پوری مسجد اس مسلم آبادی میں ہی مسجد کی شکل و صورت پر نہیں بلکہ گندگی اور ملبے کے ڈھیر کی صورت اختیار کرچکی ہے۔ ہر دیکھنے والا اسے دیکھ کر خون کے آنسو رونے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ چنانچہ مسجد کی اس حالت زار کو کسی صحافی نے جب ملاحظہ کیا تو وہ کلیجہ مسوس کر رہ گیا۔ اس نے فوری طور پر اس کے جملہ کوائف بمع موجودہ حالت زار باتصویر روزنامہ پاکستان کی ۲۳ر جنوری ۱۹۹۵ء کی اشاعت میں شائع کرادی۔ ادھر یہی تفصیل انگریزی روزنامہ دی نیوز میں بھی شائع ہوگئی جس میں عدالت اور حکمرانوں سے نظریہ پاکستان کا واسطہ دے کر استدعا کی گئی ہے کہ اس مسجد کو مسلمانوں کے حوالے کرکے اس کو مزید بے حرمتی سے بچایا جائے۔ پوری تفصیل اخباری کٹنگ میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

اب ہم اہل اسلام رب العالمین کی جناب عالی میں دست سوال دراز کرتے ہیں کہ وہ اے سی صاحب کو توفیق دے کہ وہ موقع پر جاکر اپنی لگائی ہوئی سیل برآمد کرے مسجد کا سامان فراہم کرے اور عدالت بھی کچھ بڑی عدالت کا لحاظ رکھتے ہوئے جلد از جلد اس بے مقصد طوالت کو سمیٹ کر مسجد مسلمانوں کے حوالے کرے کہ وہ اسے دوبارہ تعمیر کرکے محمد رسول اللہ ﷺ کے دین اور تعلیمات کا مرکز بنا سکیں۔ واللہ الموفق۔

خوشخبری : لادینیت' کفر اور جہالت کے قدیم و جدید اندھیروں کے خلاف چراغ ہدایت
"مکتبہ لدھیانوی" کا قیام
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم کے عام فہم اصلاحی خطبات کی اشاعت سے آغاز
● عظمت قرآن کریم اور اس کی تلاوت کے فوائد و ثمرات ——— ● مقصد حیات
● لیلۃ القدر کی برکات حاصل کرنے کا طریقہ ——— ● غیبت۔ ایک سنگین گناہ
——— ● جمعہ کے فضائل و آداب۔ احادیث کی روشنی میں ———
حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم کی تالیفات ہم سے طلب کریں۔
اختلاف امت اور صراط مستقیم ● شیعہ سنی اختلاف اور صراط مستقیم
آپ کے مسائل اور انکا حل اور دیگر تصانیف
محمد عتیق الرحمان۔ ناظم مکتبہ لدھیانوی جامع مسجد فلاح نصیر آباد فیڈرل بی ایریا بلاک ۱۴ کراچی ۳۸

KHATME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)
Registered No. M-160

دہشت گرد و تخریب کار کون؟

کیا حکومت اِن کو کیفرِ کردار تک پہنچائے گی

پاکستان میں تخریب کاری، دہشت گردی، قتل و اغوا کی منظم واردات پر پاکستان کا شہری سراسیمگی اور خوف و ہراس کا شکار ہے۔ افسردہ، خوف زدہ اور پریشان ہے۔ ہر شخص چیخ اٹھا ہے کہ اس میں اسرائیل، بھارت اور امریکہ کے ایجنٹ ملوث ہیں۔ ملک عزیز کو دشمن تباہ کن حالات سے محض اس لیے دوچار کر رہا ہے کہ یہ طاقتیں پاکستان کی افواج اور پرامن ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنا چاہتی ہیں۔ آیئے دیکھئے ان پاکستان دشمن طاقتوں کا پاکستان میں ایجنٹ کون ہے؟

اسرائیل اور مرزائی

(١) اسرائیل میں مرزائی مشن قائم ہے۔ (بجٹ آمد و خرچ تحریک جدید ۱۹۶۲ء-۱۹۶۳ء صفحہ ۴) اور اسرائیل فوج میں چھ سو قادیانی ملازم ہیں۔ (ہفت روزہ ...)

(٢) اسرائیل میں مرزائی مشن کے انچارج کا اسرائیل کے صدر سے رابطہ ہوتا ہے۔ (۱۳ر جنوری ۱۹۸۶ء نوائے وقت لاہور)

بھارت اور مرزائی

(١) مرزائی جماعت کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود نے اعلان کیا کہ پاکستان و ہندوستان کی تقسیم عارضی ہے، ہم کوشش کریں گے کہ دوبارہ اکھنڈ ہندوستان بن جائے۔ (الفضل قادیان ۱۹ مئی ۱۹۴۷ء)

(٢) مرزائی جماعت کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر نے اعلان کیا ہے کہ پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت کی تقسیم غیر فطری ہے۔ اس تقسیم کو ختم کر کے ایک ہو جانا چاہیے۔

امریکہ اور مرزائی

(١) امتناع قادیانیت آرڈیننس کو ختم کرانے کے لیے دباؤ اور امداد کی بندش و بحالی کو اس سے وابستہ کرنا۔

(٢) حالیہ فسادات و تخریب کاری اور دہشت گردی سے قبل ایک ماہ میں امریکی سفارت کاروں کا ربوہ تین بار آنا، مرزائی قیادت سے علیحدگی میں ملاقاتیں جس کی تفصیلات کا پاکستان کی ایجنسیوں کو بھی علم نہیں۔ (حالیہ اخبارات۔ جنگ، نوائے وقت لاہور)

جس طرح

دُنیا بھر کے یہودی مسلمان اور مسلم حکومتوں کے خلاف منظم سازشوں میں مصروف کار ہیں، اسی طرح قادیانی جماعت سیاسی پناہ کے نام سے منظم طریقے سے اپنے افراد کو تخریب کاری و دہشت گردی کی تربیت کے لیے بیرون ملک بھجوا رہی ہے۔ ان تخریب کاروں کے آنے جانے کا یہ عمل مسلسل کئی سال سے جاری ہے۔

اِن حالات میں

حکومت پاکستان اپنی ذمہ داری کا احساس کرے، غیر ملکی ایجنٹ، سازشی گروہ پر مقدمہ چلائے اور قادیانی جماعت کو خلاف قانون قرار دے کر ان کے اثاثوں کو منجمد کرے۔

شعبہ نشر و اشاعت: عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت (ملتان، پاکستان)